شادیاں
ناکام
کیوں؟
جمع و تدوین : الشیخ ابو یاسر
ثانی : مولانا عبد الغفار محمدی حفظہ اللہ
www.KitaboSunnat.com
نعمانی کتب خانہ
NOMANI

ہماری
شادیاں
ناکام
کیوں؟

ہماری شادیاں ناکام کیوں؟

جمع و تدوین: الشیخ ابو یاسر

نظر ثانی: مولانا عبدالغفار محمدی حفظہ اللہ

نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
7321865
E-Mail: nomania2000@hotmail.com

نام کتاب

ہماری شادیاں ناکام کیوں؟

جمع و تدوین	الشیخ ابو یاسر
نظرثانی	مولانا عبدالغفار محمدی حفظہ اللہ
تزئین وکمپوزنگ	عبدالقدوس
تاریخ اشاعت	دسمبر ۲۰۰۶ء
مطبوعہ	ایس ٹی این پرنٹرز لاہور
ناشر	نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

NOMANI KUTAB KHANA
Haq Street, Urdu Bazar, Lahore-Pakistan Tel: 7321865
E-Mail: nomania2000@hotmail.com

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

فہرست

نکاح کی شرعی

ہماری شادیاں ناکام کیوں ہیں؟

بیوی کے ساتھ زندگی گزارنے کے کامیاب اسلوب

جہیز کی تباہ کاریاں

جہیز کے شرعی اور اخلاقی چند نقصانات

سادگی سے شادی کرنے کی چند مثالیں

نکاح کی شرعی حیثیت
اور اس کے فوائد

قرآن اور احادیث رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں شادی کے متعلق کئی احکامات کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا۔

شادی کا حکم اور اہمیت قرآن وسنت کی روشنی میں:

اللہ کریم کا ارشاد ہے:

﴿ وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ ﴾(النور:۳۲)

”اور تم اپنے غیر شادی شدہ لوگوں کی شادی کر دیا کرو اور اپنے نیک غلام، اور لونڈیوں کی بھی شادی کر دیا کرو اگر وہ تنگ دست ہوں (تو فکر نہ کرو) اللہ تعالیٰ انھیں اپنے فضل وکرم سے غنی فرما دے گا۔“

اور نبی رحمت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

« يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ »

"اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھتا ہو وہ ضرور نکاح کرے کیونکہ شادی سے انسان کی نظر نیچی اور شرمگاہ محفوظ ہو جاتی ہے اور جو نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو(رشتہ نہ مل رہا ہو یا حق مہر ولیمہ وغیرہ کے اخراجات نہ ہوں).تو اسے روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ روزہ اس کے لیے(بدکاری سے بچنے کے لیے) ڈھال ثابت ہوگا۔"

(بخاری، کتاب النکاح، بابمن لم یستطع اباۃ فلیصم۔رقم:٥٠٤٤)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث ہے جس میں تین شخصوں کا ذکر ہے کہ ان میں سے ایک نے ہمیشہ روزہ رکھنے، دوسرے نے ساری رات قیام کرنے اور تیسرے نے شادی نہ کرنے کے عہد کیے تھے تو نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا، اپنے خطبہ میں یہ بھی فرمایا:

« لٰكِنِّیْ اَنَا اُصَلِّیْ وَ اَنَامُ وَ اَصُوْمُ وَ اُفْطِرُ وَ اَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ »

(بخاریالنکاح باب الترغیب فی النکاح......رقم: ٥٠٦٣)

"میں رات کو قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور روزے(نفلی) رکھتا بھی ہوں اور ترک بھی کر دیتا ہوں اور میں نے شادیاں بھی کی ہوئی ہیں۔(یاد رکھو) جو میرے طریقے سے منہ موڑ لے گا تو اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« اَلدُّنْیَا مَتَاعٌ وَ خَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْاَۃُ الصَّالِحَۃُ »

"پوری دنیا نفع اٹھانے کا سامان ہے اور دنیا کا بہترین سرمایہ نیک عورت ہے۔" (مسلم، کتاب النکاح ، بابخیر متاع الدنیا......رقم:١٤٦٩)

مذکورہ احادیث سے شادی کی اہمیت اور تاکید واضح ہے اللہ اور اس کے رسول کا منشا یہ ہے کہ شادی ضروری کی جائے تاکہ دنیا کے فتنوں میں کمی ہو لیکن اگر شادی کو رسم و رواج کی جکڑ بندیوں سے باندھ دیا جائے گا تو شادی مشکل بنتی چلی جائے گی۔

آج کتنے نام کے روشن خیال اور مہذب لوگ ہیں جن کی عمر تیس برس سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے لیکن انھوں نے ابھی شادی کے متعلق سوچا بھی نہیں ہوتا۔ ہاں اگر کوئی شخص زنا اور بدکاری پر تلا ہوا ہو وہ شادی کا کیسے سوچے گا ہم نے کوئی نیک متقی اور پرہیز گار شخص نہیں دیکھا جو جسمانی طور پر فٹ ہو اور وہ شادی کی خواہش نہ رکھتا ہو جو لوگ کافی عمر گزر جانے پر بھی شادی نہیں کرتے، تو برائے مہربانی انھیں اپنی شرافت پر نظر ثانی کریں۔

کیسی عورت سے شادی کرنی چاہیے؟

شادی ایک مقدس رشتے کا نام ہے جس سے خاوند اور بیوی کا تعلق جڑتا ہے بلکہ دو خاندانوں کا آپس میں تعلق جوڑا جاتا ہے اور یہ پوری زندگی کا تعلق ہوتا ہے میاں بیوی نے پوری زندگی اکٹھے رہنا ہوتا ہے اس لیے جس کو ہم پوری زندگی کا ساتھی بناتے ہیں اس کا اچھا ہونا ضروری ہے اگر میاں بیوی میں سے کوئی ایک اچھا نہ ہو تو دونوں کی زندگی جہنم بن جاتی ہے بعض لوگ اپنی بیٹی کا رشتہ اس طرح کر دیتے ہیں جیسے کوئی بکری کسی کے پاس بیچی جا رہی ہو اب بکری لینے والے کی مرضی اسے گھاس کھلائے یا اسے ذبح کر دے۔

کتنے بے رحم اور ظالم ہوتے ہیں وہ ماں باپ جو اپنی بچی کا رشتہ کسی نالائق اور بدفطرت انسان سے صرف مالی لالچ کی بنیاد پر کر دیتے ہیں پھر بیٹی کو دنیا میں ہی جہنم مل جاتی ہے وہ کبھی رب کائنات کے سامنے اپنی خوش حالی کی دعا کرتی ہے اور

کبھی اپنی سسرال کے لیے ہدایت کی دعا کرتی ہے اور کبھی ان کے لیے اور اپنے والدین کے لیے بددعا کرتی ہے۔

اس لیے والدین کو چاہیے کہ اپنی لختِ جگر کا نکاح کسی نیک اور اچھی فطرت کے مالک انسان سے کر دیں چاہے وہ تنگ دست اور نچلی ذات اور غیر خاندان کا شخص ہو اللہ تعالیٰ انھیں عزت اور مال عطا فرما دیں گے۔ اسی طرح لڑکے کے والدین کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے بچے کی شادی کسی نیک اور دیندار خاتون سے کریں چاہے وہ کسی نچلی ذات کی اور غریب گھرانے سے تعلق رکھتی ہو وہ قرآن کریم پڑھی ہوئی ہو اسے دنیاوی تعلیم ہو یا نہ ہو اسے دین کا علم ضرور ہو تب ان کے بچے کی زندگی خوش حال ہوگی۔

دیندار عورت سے شادی کی جائے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہادیِ کائنات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَ لِحَسَبِهَا وَ لِجَمَالِهَا وَ لِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ ﴾

"کسی عورت سے شادی چار وجوہات میں سے کسی ایک کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔(۱) وہ مالدار ہوتی ہے(۲) وہ اونچی ذات کی ہوتی ہے(۳) اس کے حسن کی بنا پر(۴) یا وہ دیندار ہوتی ہے۔ تیرے ہاتھ خاک آلود ہو جائیں تو نے دیندار عورت کو ترجیح دینی ہے۔"

(بخاری، کتاب النکاح، باب الکفاء فی الدین رقم: ۵۰۹۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیندار عورت سے شادی کرنے کی ترغیب دلائی ہے اس لیے کہ جو عورت دیندار ہوگی قرآن پڑھتی ہوگی نماز روزہ کی پابند ہوگی اللہ اور اس

کے رسول کی اطاعت گزار ہو گی تو خاوند کی اور اپنے سسرال اور خاوند کے رشتے داروں کی عزت کرے گی، خاوند کے دکھ درد میں کام آئے گی اس کے دکھوں میں کمی کرے گی لیکن جو عورت مالدار ہو گی اپنے ساتھ گاڑی فرنیچر فریج، اور دوسری چیزیں لائے گی تو وہ چوہدرانی مرد کی بات کہاں مانے گی؟

اس طرح جو عورت اونچی ذات کی ہو گی وہ مرد کو ذلیل و رسوا کیے رکھے گی اور جو عورت حسن و جمال والی ہو گی اس کے ناز نخرے مرد کیسے پورے کر سکے گا وہ تو مرد کی تکلیفوں میں اضافہ کرتی چلی جائے گی اس لیے نبی مکرم ﷺ نے دیندار عورت کو ترجیح دینے کا حکم دیا ہے نیک اور صالحہ بیوی جنت ہوتی ہے اگرچہ بدشکل ہو اور بدفطرت عورت مرد کے لئے عذاب ہے اگرچہ وہ خوبصورت ہو۔ ذیل میں دو واقع ملاحظہ فرمائیں۔

بدصورت عورت نیک سیرتی کی وجہ سے مرد کی جنت بن گئی:

میری عمر پچیس برس تھی جب میں امریکہ آیا۔ یہاں آئے ہوئے پندرہ برس ہوگئے ہیں۔ اچھے وہ دن تھے جب قانونی ویزہ نہ ہونے کے باوجود جاب مل جاتی تھی۔ گرین کارڈ کے لیے پیپر میرج کا عام رواج تھا۔ امریکی عورتیں ڈالروں کے لالچ میں معینہ مدت تک کاغذوں میں بیوی ہوتیں اور گرین کارڈ ملتے ہی طلاق ہو جاتی۔ مگر کئی بدنیت طلاق سے منحرف ہو جاتیں، نوبت جھگڑے تک پہنچتی تو گرین کارڈ منسوخ کروانے کا کہہ کر بلیک میل کرتیں، بچے پیدا کرتیں، شوہر کی کمائی پر عیش کرتیں اور اس کی گردن کا طوق بن جاتیں۔ اس قسم کے واقعات نے مجھے خوفزدہ کر رکھا تھا۔ ویسے بھی جعلی شادی سے اللہ کا خوف لاحق تھا۔ ضمیر والا انسان بڑا خوار ہوتا ہے۔ جمعہ کی نماز کے لیے مسجد چلا جاتا۔

ایک روز امام مسجد سے جس کا تعلق مصر سے تھا، اپنے دل کا مدعا بیان کیا تو انھوں نے کسی امریکی مسلمان عورت سے حقیقی شادی کا مشورہ دیا اور بتایا کئی عورتیں اسلام قبول کرتی ہیں اور انھیں شادی کے مسائل درپیش ہیں، اسلام قبول کرنے والوں میں سیاہ فام قوم کی اکثریت ہے۔ انھوں نے مجھے ایک سیاہ فام عورت کا رشتہ بتایا، جسے قبول اسلام کی سزا میں عیسائی والدین نے گھر سے نکال دیا اور وہ مسجد کے قریب کسی مسلمان فیملی کے گھر، ایک کرائے کے کمرے میں مقیم ہے اور اسلامی سکول میں جاب کرنے لگی ہے اگر تم اسے سہارا دے دو تو اللہ بھی راضی ہو گا اور تمھاری رہائش قانونی بھی ہو جائے گی۔ میں نے اس خاتون کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ امام صاحب نے کہا مغرب کی نماز کے بعد آجانا میں اس سے تمھاری ملاقات کروا دوں گا۔ تمام رات سوچتا رہا کہ اگر سیاہ فام عورت سے شادی کر لی تو خاندان والے ذلیل کر دیں گے کہ تمھیں امریکہ میں کوئی گوری نہیں ملی تھی۔ اگر کالی ہی کرنا تھی تو پاکستان میں کیا کمی تھی جیسے جملے کانوں میں گونجنے لگے۔ خالہ کی لڑکی کا قد چھوٹا ہونے کی وجہ سے رشتہ سے انکار کر دیا تھا۔ اب کوئی جینے نہیں دے گا۔ نفس نے پریشان اور امریکی قانون نے سولی پر لٹکا دیا۔

دوسرے روز بعد از مغرب امام صاحب مسجد سے متصل باورچی خانہ میں لے گئے جہاں وہ عورت میز پر بیٹھی ہمارا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے سیاہ برقع جسے عرف عام میں عباء کہتے ہیں اور نقاب پہن رکھا تھا۔ امام صاحب نے تعارف کرواتے ہوئے کہا یہ سسٹر صفیہ ہیں۔ سلام کے بعد اس نے نقاب کشائی کی تو میرا دل دھڑام سے سینے سے باہر آنے کو تھا اگر میں کرسی کو نہ تھام لیتا۔ دبلی پتلی، نہایت سیاہ اور قبول صورت کہنا بھی درست نہ ہو گا۔ اللہ کی تخلیق تھی لہٰذا کوئی بری بات بھی منہ سے نہیں نکال سکتا تھا چند منٹ کی سلام دعا کے بعد لڑکھڑاتے قدموں سے گھر آ گیا۔

ہم پاکستانی مردوں کو رنگت کا احساس کمتری کیا کم ہے کہ صورت بھی بھلی نہ ملے۔ خالہ کی لڑکی حور لگنے لگی۔ اللہ نے مجھے اچھے قد وقامت اور صورت سے نواز رکھا تھا۔ دل اور دماغ کی جنگ میں آخر جیت دماغ کی ہوئی۔ سوچا گھر والوں سے خفیہ شادی کرلوں، گرین کارڈ حاصل کرتے ہی طلاق دے دوں گا۔ ان دنوں گرین کارڈ ایک سال کے دوران مل جاتا تھا۔ امام صاحب سے ہاں کر دی اور یوں دو ہفتہ بعد جمعہ کے بعد ہمارا نکاح کر دیا گیا۔ میں صفیہ کو لے کر اپنے فلیٹ میں آگیا۔ دل پر جبر کر کے شب و روز بیتنے لگے۔ صفیہ کو میری سرد مہری کا اندازہ ہو چکا تھا مگر اس نے کبھی حرف شکایت نہ کہا۔ ہم دونوں اپنی جاب پر چلے جاتے شام کو لوٹتے۔

وہ امریکی طرز کا کھانا پکاتی، میرے سامنے میز پر سجاتی، گھر کے تمام کام کرتی۔ اس کے ہونٹوں کی جنبش سے ذکر الٰہی کی مہک آتی رہتی۔ کوئی فضول بات یا بحث نہ کرتی۔ میرے اکھڑے لہجہ پر خاموش رہتی۔ نماز، پردہ، قرآن، میری خدمت، خاموشی، صبر وشکر ان سب کو دیکھ کر میرا دل گھبرا جاتا......صورت کے علاوہ کوئی برائی ہوتو میں اسے تنگ کرسکوں جو کل کو طلاق کا سبب بن سکے مگر کچھ ایسی بات ہاتھ نہ لگی۔ مجھے اس سے محبت نہ ہو سکی ہاں البتہ خود پر غصہ آنے لگا کہ میں نے ایک نیک سیرت عورت کو دھوکا دیا ہے، شادی کے چار ماہ بعد میری جاب ختم ہو گئی۔ نئی جاب کے لیے کوشش شروع کر دی اور اس میں دو ماہ کا عرصہ بیت گیا۔ اس دوران صفیہ اکیلی کمانے والی تھی۔ مجھ بیروز گار کو گھر بٹھا کر کھلاتی تھی، محنت کرتی اور مجھے بھی حوصلہ دیتی۔ ایک میں تھا کہ شرمندگی سے اسے کسی دوست کے ہاں دعوت پر لے جانے سے کتراتا تھا۔

انہی دنوں ایک قریبی دوست کا بیوی سے جھگڑا چلتا رہا اور نوبت طلاق تک

پہنچ گئی۔ اس کی بیوی خوبصورت تھی مگر مغرور اور بد زبان، مہمانوں کے سامنے شوہر کو ذلیل کر دیتی۔ اس کی بدولت دوست کو گرین کارڈ ملا تھا۔ نخروں کا یہ عالم کہ مہمانوں کے سامنے ٹانگ پر ٹانگ رکھے اپنے شوہر کی طرف دیکھ کر کہتی یہ

جانتے ہیں میں کس قسم کے ماحول سے آئی ہوں؟ یعنی اپنے مائیکہ کی امارت کا رعب ڈالتی۔ وہ غریب جی حضوری میں گھر بچاتا تھا۔ دوست کو سمجھانے گیا تو بولا یار! گھر عورت بناتی اور بچاتی ہے، جس گھر کی بنیاد لالچ پر ہو اسے لاکھ سہارا دو، دیواریں گر جاتی ہیں۔ گرین کارڈ جہنم بن گیا ہے میرے لیے۔ میرے سسرال سالوں کو ڈاکٹر داماد چاہیے تھا۔ یہ لوگ بھی پاکستان سے یہاں شفٹ ہوئے ہیں اور میں بھی۔ فرق اتنا ہے ان کے ہاں ڈالر بولتے ہیں اور میں ابھی متوسط گھر سے تعلق رکھتا ہوں۔ پاکستان جانا پسند نہیں کرتی اور کبھی چلے بھی جائیں تو جاتے ہی گاڑی کا تقاضا کرتی ہے جبکہ میرے بھائی کے پاس موٹر سائیکل ہے اور مجھے ٹیکسی پر ہر جگہ جانا پڑتا ہے۔

پاکستان میں ہوں یا امریکہ اس عورت نے مجھے ذلیل کر دیا ہے۔ ڈاکٹر کی بیگم تو بن گئی ہے مگر میری بیوی نہیں بن سکی۔ یار! ہم دونوں نے گرین کارڈ کے لالچ میں شادی کی ہے مگر تم خوش نصیب ہو جسے نیک عورت ملی ہے۔ اسلام اس کی پسند ہے جبکہ ہمیں اسلام ناپسند کرتا ہے۔ جمال اور مال نے مجھے کہیں کا نہیں رکھا۔ تم کمال کی قدر کرو، اسی میں جمال ہے۔ بھابی کی قدر کرو اور مجھے بھی معاف کر دو جس نے تیری شادی پر مذاق اڑایا تھا۔ دوست کی حالت زار نے میرے دل کی شمع روشن کر دی۔ ضمیر کو جھنجوڑا اور گھر جاتے ہی میں نے پہلی بار مسکرا کر صفیہ کی طرف دیکھا۔ اس نے حیرت سے امریکی انداز میں کہا...... کیا

جاب مل گئی ہے؟ نہیں تم مل گئی ہو۔

اللہ نے ہمیں ایک بیٹا دیا۔ اس کی پیدائش اور گرین کارڈ ملنے کے بعد والدین کو اصل صورتحال سے آگاہ کیا۔ اب گرین کارڈ ملنے کی صورت میں پاکستان آسکتا ہوں مگر میں نہیں ہم تینوں۔ والدین کو وقتی دکھ ہوا مگر پوتے کا سن کر خون نے جوش مارا اور ہماری آمد کے منتظر رہنے لگے، جاب بھی مل چکی تھی۔ ایک ماہ کی چھٹی پر وطن گئے۔ صفیہ نے حسب عادت برقع اوڑھ رکھا تھا۔ لاہور سے گاؤں جانے میں پانچ گھنٹے لگتے ہیں۔ گھر پہنچ کر صفیہ کے ساتھ وہی سلوک ہوا جس کا مجھے یقین تھا۔ اسے پنجابی نہیں آتی تھی مگر چہروں کی زبان کون نہیں جانتا۔ وہ صبر کرتی رہی لیکن ایک لفظ شکایت کا نہ کہا۔ والد نے میرے ولیمہ اور پوتے کے عقیقہ کی خواہش پوری کی۔ ماں اور بہن کی نسبت باپ اور بھائی نے صفیہ کو قبول کیا اور اس کی سیرت کو سراہا۔ ماں بھی خاموش تھی مگر بھابی نے سب کے سامنے کہہ دیا تیری بیوی کو برقع اوڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔ کون اس کی طرف دیکھے گا؟ نقاب تو حسن چھپانے کے لیے اوڑھتے ہیں۔

اس جملہ کے دو روز بعد ہم لاہور ہوائی اڈے پر تھے۔ میں اپنی باکمال بیوی کو مزید جہنم میں نہیں رکھ سکتا تھا۔ پاکستان میں اکثریت کو جمال و مال کی ہوس ہے۔ لڑکی کا رشتہ لینے جاتے ہیں تو بڑی معصومیت سے کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ نہیں چاہیے، نہ حسن اور نہ جہیز ہی کا لالچ ہے، بس لڑکی نیک اور فرماں بردار ہو۔ لڑکی کو دیکھتے ہی ارادہ بدل جاتا ہے اور پھر کبھی لوٹ کر اس گھر نہیں جاتے۔ لڑکے سے زیادہ لڑکے کے گھر والوں کو حسن و مال کا لالچ ہوتا ہے۔ صفیہ نے اپنی سیرت سے میرا دل موہ لیا مگر میرے گھر والوں کو قائل نہ کر سکی۔ بھابی جیسی بد

زبان کو اس گھر میں مقام حاصل ہے مگر صفیہ اپنی صورت کی وجہ سے وہاں ایک ماہ بھی خوشی سے نہ رہ سکی۔ گرین کارڈ کا لالچ جہنم بھی ہے اور جنت بھی۔ میرے دوست کے لیے جہنم ثابت ہوا اور میرے لیے جنت مگر اس جنت کو پانے کے لیے قربانی تو دینا پڑتی ہے۔ میں نے سیرت کو صورت پر ترجیح دیتے ہوئے اپنا دین و دنیا بچا لیے۔ آج میرے تین بچے ہیں اور ماں کے ہمراہ اسلامی سکول جاتے ہیں۔ بیٹیاں اپنی ماں کی صورت پر ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ میری بیٹیوں کو مجھ جیسا لالچی شوہر مت دینا جس کے نکاح کی بنیاد گرین کارڈ ہے نہ کہ اللہ کا خوف۔ (مومن عورتوں کی کرامات)

بے دین عورت خاوند کے لیے جہنم بن گئی:

کم عمری میں امریکہ آیا، ریاست ہیوسٹن اپنے ایک دوست کے ہاں گیا۔ ہم لوگ سکول میں اکٹھے پڑھتے تھے۔ دوست نے امریکہ آکر محنت مزدوری سے ایک گراسری سٹور خرید لیا اور خوشحالی کے دن گزار رہا تھا۔ اس ملک کی فربہ لڑکیاں احساس کمتری اور ڈیپریشن کا شکار ہیں۔ باآسانی کوئی بوائے فرینڈ نہیں ملتا۔ ایک موٹی تازی امریکی لڑکی سے ملاقات ہوگئی۔ اس نے دوسری ملاقات پر شادی کی خواہش ظاہر کر دی۔ دوست نے بھی اپنی مجبوریوں کے تحت کڑوا گھونٹ پی لیا، شادی ہوگئی۔ سال بعد ایک بچی کا باپ بن گیا۔ کاروبار میں برکت ہوئی۔ بیوی نام کی عیسائی تھی اور دوست کو بھی اسلام سے خاص لگاؤ نہ تھا۔ پینے پلانے کی لت بھی تھی۔ ایک روز سٹور سے واپسی پر اس کی گاڑی کسی ٹرک سے ٹکرا گئی۔ ٹرک والے نے شراب پی رکھی تھی۔ دوست ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہوگیا۔ اس کی نعش کو پاکستان لے جانے والا کوئی نہ تھا۔ میرے پاس لیگل ویزہ نہ تھا۔ بیوی کو کیا پرواہ

تھی، اس نے امریکی قبرستان میں دفن کرا دیا۔ سٹور پر کام کرنے لگی۔ میرا اس کے ہاں اکثر آنا جانا رہتا۔ بچی کو دیکھ کر دکھ ہوتا۔

میں نے دوست کی بیوہ سے شادی کر لی، بچی کو باپ کا اور مجھے امریکہ کا سہارا مل گیا۔ سٹور سنبھال لیا، اچھی آمدنی ہونے لگی، تمام بہن بھائیوں اور والدین کو امریکہ بلا لیا۔ بیوی کے سائز سے گھر والے خائف تھے۔ ماں نے بتایا انھوں نے پاکستان میں درزی کو بہو کا سوٹ سلوانے کے لیے اس کا ناپ دیا۔ درزی نے بہو کی قمیص میز پر پھیلا کر کہا باجی! آپ نے تو میم کے متعلق میرا تصور ہی برباد کر دیا ہے۔ ماں کو اب ہر حال میں اسی بہو کے ساتھ گزارا کرنا تھا۔ ہم نے وہ ریاست چھوڑ دی، دوسرے شہر میں سب میری سوتیلی لڑکی کو میری بیٹی سمجھتے تھے۔ دس سالہ شادی میں مزید چار بچوں کا باپ بن گیا۔ سگریٹ نوشی اور بے دینی میں وقت گزرا۔ والدین کی خواہش پر بچوں کو کبھی کبھار مسجد لے جاتا۔ ایک جمعہ کے خطبہ نے مجھے موت کی حقیقت بتا دی اور میں دین کی طرف پلٹ گیا۔ میری زندگی کے اس رخ کے ساتھ ہی میری بیوی بھی اپنے مذہب کی جانب پلٹ گئی اور یوں اختلافات کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ میں مسجد جاتا اور وہ گرجا گھر۔ بچے تذبذب کا شکار تھے۔ سوتیلی لڑکی کو معلوم تھا میں اس کا سگا باپ نہیں۔ اس نے ماں کا ساتھ دیا۔ ایک بیٹی کے دل میں سوراخ تھا۔ اس ملک کے احسانات میں سے سب سے بڑا احسان بچوں کی دیکھ بھال ہے۔ میری بیٹی کا مفت علاج ہونے لگا۔

بیوی کو گھر داری اور بچی کے مرض سے بیزاری ہونے لگی۔ سگریٹ نوشی کی رسیا تمام دن سگریٹ اور ٹی وی میں غرق رہتی۔ والدین نے میرا بھرپور ساتھ دیا۔

ان حالات میں طلاق کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ بچے لے کر اپنے والدین کے پاس ہیوسٹن چلی گئی۔ مجھے بچوں کے دین اور جدائی کے غم نے نڈھال کر دیا۔ تاہم قانون کے مطابق ماہانہ خرچ دیتا رہا۔

والدین نے دوسری شادی کا مشورہ دیا۔ چالیس سال کی عمر میں پاکستان جا کر بیس برس کی خوبصورت لڑکی سے شادی نے مجھے زندگی کی حقیقت سے آشکار کر دیا۔ مگر اولاد کی تباہی و جدائی نے مجھے نفسیاتی مریض بنا ڈالا ۔ دوسری بیوی بھی میرے بچوں کی واپسی سے خوف زدہ ہے۔ آج کاروبار ہے۔ بیوی ہے، اللہ نے اس سے بھی ایک بیٹا عطا کر رکھا ہے مگر سب کچھ ہوتے ہوئے میری ذات مجھ سے جدا ہے۔ مسجد جا کر روتا رہتا ہوں۔ روز حشر یہی اولاد میرا دامن چاک کرے گی، میرا صدقہ جاریہ میری تباہی بن چکا ہے۔

جس طرح کسی عورت سے چار چیزوں کی بنیاد پر شادی کی جاتی ہے اس طرح کسی مرد سے بھی انھیں چار چیزوں کی بنیاد پر شادی کی جاتی ہے کسی شخص کو اگر اپنی لخت جگر کا رشتہ کرنا ہو تو کسی دیندار مرد سے کرے کیونکہ دیندار شخص عورت کی عزت کرتا ہے اور اس کے دکھوں میں کمی کرنے والا ہوتا ہے لیکن بے دین شخص اپنی بیوی کو عزت دینا تو دور کی بات ہے اسے انسان سمجھنے کی بھی ہمت نہیں کرے گا اس سے بد اخلاقی کرے گا اس سے بھاری اور مشکل کام لے گا اسے ذلیل کرے گا۔ اس لیے لڑکی کا سرپرست اپنی لڑکی سے احسان کرتے ہوئے دیندار اور محبت و شفقت کرنے والے شخص سے کرے ورنہ عورت مشکلات میں گر جاتی ہے۔ اگر خاوند بے دین بے عقل مشرک وغیرہ ہوگا تو وہ بیوی کو پریشان کرے گا اگر کسی موقع پر بیوی سے غلطی ہو جائے گی تو اسے معافی نہیں ملے گی چاہے عورت اس کی کتنی ہمدرد

ہو تاریخ کے اور...... ایک واقعہ پیش خدمت ہے اسے پڑھیں اور سوچیں کہ کہیں آپ کی بیٹی کا رشتہ کی سنگ دل اور بے رحم مرد تو نہیں ہوگیا؟

باپ سے دغا کرنے والی بیٹی کو شاہ پور نے قتل کر ڈالا:

جزیرۃ العرب میں اسلام کا آفتاب طلوع ہونے سے کافی پہلے کی بات ہے کہ ایران میں خاندان اشکانیا کے بعد خاندان ساسانیاں حکمران ہوا۔ اس خاندان کا ایک بادشاہ شاہ پور اول بڑا مشہور بادشاہ ہوا ہے۔ یہ بڑا جوان خوبصورت اور دلیر تھا اس نے اپنی سلطنت کی سرحدوں کو وسیع کرنے کے لیے ایک چھوٹی مگر بڑی مضبوط ریاست پر حملہ کردیا اس ریاست کا حکمران فیرن تھا یہ شہر کے دروازے بند کر کے قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا قلعے کے بالا خانے پر فوج کے ایک حصے کی کمان فیرن کی بیٹی نضیرہ کر رہی تھی شاہ پور کئی روز کے محاصرے سے تنگ آچکا تھا شہر فتح ہونے کو نہ آتا تھا۔

ایک روز جب کہ سورج طلوع ہو رہا تھا شاہ پور زرق برق شاہانہ لباس زیب تن کیے لاؤ لشکر سمیت سیر کو نکل کر گلاب کی طرح سرخ چہرے اور زرق برق لباس کو ابھرتے ہوئے آفتاب کی کرنوں نے چھو کر شاہ پور کو بڑا حسین بنا دیا تھا نضیرہ قلعے کے بالا خانے پر بیٹھی یہ منظر دیکھ رہی تھی اس سے رہا نہ گیا اس کے دل میں شاہ پور سے شادی کا خیال آنے لگا مگر وہ سوچتی کہ ایک جانب باپ کی سلطنت ہے اور دوسری جانب شاہ پور جیسا بادشاہ کہ جو محاصرہ کیے ہوئے ہے وہ تین دن تک وہ سوچتی رہی۔

آخر کار شاہ پور اس کی سوچ پر غالب آگیا لہٰذا اس نے اسے شادی کا پیغام بھیج دیا بادشاہ خوش تو ہوا مگر ساتھ یہ اندیشہ اور خوف بھی لاحق ہوا کہ کہیں یہ

چال نہ ہو۔

چنانچہ اس نے پختہ وعدہ نضیرہ سے اس کی آبائی طلائی تلوار پر یہ معاہدہ لکھنے کو کہا نضیرہ نے لکھ کر وہ تلوار شاہ پور کو بھیج دی اگلے مرحلے پر شاہ پور نے شہر کی چابیاں طلب کیں نضیرہ نے اہل شہر کی امان مانگ کر چابیاں شاہ پور کے حوالے کر دیں۔

شاہ پور کی فوجیں شہر میں داخل ہو گئیں۔ نضیرہ کے باپ فیزن نے مقابلہ کیا اور مارا گیا شاہ پور نے نضیرہ سے اس کی معذرت کر لی اور پھر وہ شہزادی کو دلہن بنا کر اپنے پایہ تخت کو واپس لوٹا۔

ایک دن دوران گفتگو نضیرہ کے باپ کی بات چل نکلی تو نضیرہ جو اپنے باپ کی اکلوتی اولاد تھی اپنے باپ کی محبت و شفقت کا تذکرہ کرتے ہوئے کہنے لگی دنیا میں سب سے بڑھ کر میرے باپ کو اگر کسی سے محبت تھی تو وہ اپنی بیٹی نضیرہ سے تھی وہ پرانی یادوں کے دریچوں سے جھانکتے ہوئے اپنے شوہر بادشاہ شاہ پور کو بتلانے لگی کہ میرا باپ مجھے آئے روز طرح طرح کے ریشمی لباس پہننے کو دیتا خادمائیں خدمت کو موجود ہوتیں مگر اس کے باوجود میرا باپ پیار سے مجھے شہد بالائی مکھن میوہ جات اور پھلوں کے جوس کے جام اپنے ہاتھ سے پلاتا۔

وہ نہ جانے آگے اور کیا کچھ کہنا چاہتی تھی کہ شاہ پور نضیرہ کا ہاتھ جھٹک کر یک دم کھڑا ہو گیا اس کا چہرہ تمتمانے لگا محبت کی جگہ اب غضب نے لے لی تھی۔ نرمی کی جگہ سختی اپنے قدم جما چکی تھی اب شاہ پور نضیرہ کے لیے مہربان شوہر کی بجائے خونخوار درندہ بن چکا تھا۔

وہ نضیرہ سے مخاطب ہو کر یوں کہنے لگا کہ تم نے اکلوتی اولاد ہو کر اپنے باپ کے ساتھ دغا کیا اپنے عشق کے لیے اپنے باپ کی سلطنت کو تباہ کیا اس کی محبتوں

اور شفقتوں کا خون کر دیا اور ایک محبت کرنے والے باپ سے نمک حرامی کی تو میرا اور میری سلطنت کا بھی ایسے ہی کام تمام کر سکتی ہے اور قبل اس کے کہ تو ایسا کرے کیوں نہ تیرا ہی کام تمام کر دیا جائے یہ کہہ کر وہ محل سے نکل گیا۔

نضیرہ چیختی رہی دوڑ کر شاہ پور کا دامن پکڑنے کی کوشش کرتی رہی مگر شاہ پور اب نضیرہ کے ہاتھ سے نکل چکا تھا اس نے حکم صادر کیا کہ نضیرہ کے بالوں کو شاہی گھوڑے کی دم سے باندھ کر گھوڑے کو اس وقت تک خار دار جھاڑیوں میں سرپٹ دوڑایا جائے جب تک نضیرہ کا وجود سوائے بالوں کے باقی نہ رہ جائے۔

(ترکی اور ایران)

محبت سے پیش آنے والی عورت سے شادی:

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«تَزَوَّجُوا الوَدُودَ الوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ»

”تم اس عورت سے شادی کرنا جو محبت کرنے والی (یعنی خوش اخلاق) ہو اور بچے پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو کیونکہ قیامت کے دن تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔“

(ابوداود، کتاب النکاح، باب النهي عن تزويج من، رقم: ۲۰۵۰)

جو عورت (خاوند سے محبت کرے خوش اخلاق ہو اس سے شادی کرنے میں انسان کے فائدے ہی فائدے ہیں جب کہ منہ پھٹ، بد اخلاق، زبان دراز، عورت اپنے خاوند، سسرال اور خاندان کے لیے دردسر اور جہنم بن جاتی ہے۔

اور بچے جننے والی عورت سے مراد یہ ہے کہ وہ بوڑھی نہ ہو اور فیملی پلاننگ والوں کے دھوکہ میں آ کر آپریشن نہ کرا چکی ہو یا کوئی عورت پہلے کسی کے نکاح میں تھی اور اس کے ہاں اسے اولاد نہ ہوئی ہو طبی قواعد کے لحاظ سے ثابت ہو چکا ہو کہ یہ

عورت بچے جننے کے قابل نہیں ہے، ایسی عورت سے حتی الامکان شادی نہ کی جائے۔

جس طرح عورت محبت کرنے والی ہو اور بچے جننے کے قابل ہو اس طرح کوئی شخص اپنی بہن بیٹی کا رشتہ اس شخص سے نہ کرے جو بداخلاق ہو یا اولاد جننے کے قابل نہ ہو۔

جس عورت سے رشتہ کرنا چاہتا ہے اس کی شکل و صورت، چال چلن اور سیرت کو اچھی طرح پرکھ لے ایسا نہ ہو کہ جلد بازی میں رشتہ طے ہو جائے اور بعد میں پچھتانا پڑے۔

منگیتر کو پہلے دیکھ لینا چاہیے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« إِذَا خَطَبَ أَحَدُكُمُ الْمَرْأَةَ فَإِنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ مِنْهَا مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ »

''جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو پیغام نکاح بھیجے تو اگر ہو سکے تو اسے ایک نظر دیکھ لے۔''

(ابوداود، النکاح، باب فی الرجل ینظر الی المرأۃ...... رقم: ۲۰۸۲)

انسان کو چاہیے کہ جس عورت سے شادی کرنے کا خواہش مند ہو اس کو خود دیکھ کر یا خاندان کی کسی عورت کے ذریعے اس کی شکل وصورت پر مطمئن ہو جائے ایسا نہ ہو کہ بعد میں حالات خراب ہوں۔

نکاح میں ولی کی اجازت ضروری:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول الثقلین رحمت کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ»
''جس عورت نے اپنے ولی (والد یا چچا وغیرہ متولی) کے بغیر نکاح کر لیا تو اس کا نکاح باطل ہوگا۔'' (ابوداود، النكاح، باب فی الولی رقم:۲۰۸۳)

اس حدیث نبوی کی رو سے اگر کوئی عورت اپنے والدین کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے تو اس سے نکاح نہ کیا جائے کیونکہ ایسی عورت کی شرافت اور عزت مشکوک ہوتی ہے آج اس سے نکاح کر رہی ہے تو کل اس سے طلاق لے کر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور وہ عورت ہرجائی بھی ہو سکتی ہے۔

یہ بھی ذہن نشین کرلیں کہ ولی کو چاہیے کہ جب کسی جگہ سے نکاح کا پیغام آئے تو اپنی بہن بیٹی سے پوچھ لے کہ فلاں لوگ تیرے رشتے کی خواہش مند ہیں اور وہ ایسی ایسی طبیعت کے مالک ہیں، بتا تیرا خیال ہے؟

جو لوگ شادی کی تمام رسومات ادا کرنے کے بعد لڑکی سے قبول یا عدم قبول کا سوال کرتے ہیں وہ سراسر ظلم کا ارتکاب کرتے ہیں کیونکہ ایسے موقع پر عورت خودکشی تو کر سکتی ہے لیکن اگر اسے وہ رشتہ قبول نہ ہو تو انکار قطعاً نہیں کر سکتی۔

اولاد ایک عظیم اور میٹھا پھل ہے:

شادی کے بعد انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ میری اولاد ہو کیونکہ اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا چین، دماغ کی تروتازگی اور پریشانیوں کا علاج ہے۔

انسان کو اولاد کی خواہش کرنی چاہیے اور اس کے حصول کے لیے پوری کوشش کرنی چاہیے اگر کسی کی اولاد نہیں ہوتی تو وہ اس کی تمام ذمہ داری عورت پر ڈال دیتا ہے کبھی اسے طلاق دینے پر تل جاتا ہے اور کبھی دوسری شادی کرکے اپنی رفیقہ حیات غمخوار اور ہر مشکل میں کام آنے والی بیوی کے لیے عذاب کھڑا کر دیتا ہے۔

اور کبھی اولاد کے حصول کے لیے نجومیوں، جادوگروں اور پیروں کے چکر لگاتا ہے شاید کسی طرح اولاد مل جائے۔ حالانکہ اولاد اللہ تعالیٰ دیتا ہے کوئی دوسرا اولاد نہیں دے سکتا۔

اگر کسی کی اولاد نہ ہوتی ہو تو سب سے پہلے تو انسان اپنا ڈاکٹر سے چیک اپ کروائے اگر کوئی اپنا نقص نکل آئے تو اس کا علاج کسی ماہر اور اللہ ترس حکیم سے کروائے ورنہ اپنی بیوی کا چیک اپ کروائے اگر نقص معلوم ہو تو مناسب علاج کرائے ورنہ اللہ کے سامنے دعائیں کرتا رہے، وہ اگر اولاد دے دے گا تو اولاد مل جائے گی ورنہ کوئی پیرو، جادوگر اور لٹیرا اولاد نہیں دے سکتا۔

بعض لوگ جب ان کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تو وہ اپنی بیوی کو پیروں کے پاس دم جھاڑ یا علاج کے لئے چھوڑ آتے ہیں اور وہ وہاں سے حاملہ ہو کر لوٹتی ہے اور بعض لوگ جادوگروں کے بتائے طریقے اپناتے ہیں اور اپنے لیے جہنم اور تباہی مول لیتے ہیں دو واقعے پیش خدمت ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ اولاد حصول کے لئے لوگ کیسی کیسی جسارت کرتے ہیں؟۔

نجومی نے اولاد پیدا کرنے کے لیے لڑکے کو عورت سے قتل کرایا:

لاہور کے ایک نواحی دیہی علاقے میں جب ایک ۷ سالہ بچہ اچانک غائب ہو گیا تو عام خیال یہی تھا کہ یہ اغواء برائے تاوان کی واردات ہے مسجد کے لاؤڈ سپیکر پر اعلان کرنے کے باوجود بچے کا سراغ نہ مل سکا۔ اس غریب باپ نے سارا علاقہ چھان مارا لیکن یوں لگتا تھا جیسے بچے کو زمین نگل گئی ہے یا آسمان کھا گیا ہے۔ بچہ آخری بار شام کو دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا دیکھا گیا تھا اس کے بعد جونہی سورج غروب ہوا اور شام نے اپنے پر پھیلائے تو بچہ بھی نظروں سے غائب ہو گیا۔

تین روز تک اس کا کوئی پتہ نہ چلا چوتھے روز اس کی لاش ایک کھائی میں ملی جسے جانور چیر پھاڑ رہے تھے۔ غریب ماں باپ نے تو تھانے میں بھی رپورٹ درج نہ کروائی کیونکہ ان کی کسی کے ساتھ دشمنی نہ تھی اور پھر انھیں پولیس سے بھی انصاف کی توقع نہیں تھی لیکن علاقے کے نمبر دار نے اس کیس میں دلچسپی لینا شروع کر دی۔ اس نے اس محلے کے گھروں میں کام کرنے والی عورتوں کو اپنا جاسوس بنایا جو ہر گھر سے خبر لاتی تھیں۔

یہ واقعہ چونکہ ہر گھر میں زیر بحث تھا تو پھر انھی باتوں میں نمبردار کو نوکرانی نے بتایا کہ وہ جس گھر میں کام کرنے جاتی ہے وہاں کی مالکہ نے بچے کو محلے کی ایک عورت کے ساتھ جاتے دیکھا تھا۔ اس کے بعد بچہ غائب ہوا تھا اس نے نوکرانی کو مزید تفصیلات جاننے پر مامور کر دیا۔ تین چار روز کی جاسوسی کے بعد معلوم ہوا کہ جس عورت کے ساتھ بچہ آخری بار دیکھا گیا تھا وہ اولاد سے محروم تھی اور کئی سالوں سے عاملوں، نجومیوں کے چکر کاٹ رہی تھی اس نے اپنے ملنے والوں سے ایک بار اس ٹوٹکے کا ذکر کیا تھا کہ اگر وہ کسی نوعمر بچے کی لاش پر بیٹھ کر نہائے تو اس کی گود ہری ہو سکتی ہے۔ وہ اکثر کہتی کہ اس ٹونے پر عمل کرنا بہت مشکل کام ہے لیکن پھر اس نے اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ علاقہ کے نمبردار کی رپورٹ پر تھانیدار نے عورت کو گرفتار کر لیا پہلے تو اس نے انکار کر دیا لیکن جب پولیس نے اپنا مخصوص طریقہ اپنایا تو اس نے اعتراف کر لیا کہ وہ بچے کو بہلا پھسلا کر اپنے گھر لے گئی تھی اس کا شوہر دوسرے گاؤں میں گیا ہوا تھا یہ نئے چاند کی پہلی جمعرات تھی اس نے بچے کا گلا گھونٹ دیا اور رات کو دو بجے لاش کو چارپائی کے نیچے رکھ کر غسل کیا اور صبح کو منہ اندھیرے لاش ایک بوری میں ڈال کر ایک گہری کھائی میں ڈال دی جہاں

دو روز کے بعد راہ چلتے ہوئے ایک شخص کی نظر اس پر پڑ گئی۔ ملزمہ کے گھر بچے کا تعویذ بھی مل گیا جسے اس کی ماں نے پہچان لیا مقتولہ نے اعتراف کیا کہ گود ہری کرنے کے لیے اسے یہ ٹونا ایک نجومی نے بتایا تھا جو اس علاقے میں اپنا اڈہ بنائے بیٹھا ہے۔ (نجومیوں کی سیاہ کاریاں: ۲۳ تا ۲۵)

ایسے شیطانی ہتھکنڈوں سے اولاد نہیں ملا کرتی بلکہ اولاد اللہ کا فضل ہوتا ہے جب وہ چاہتا ہے تو اپنا فضل کرتا ہے۔

نجومیوں کی تسلیوں کے باوجود اولاد نہ مل سکی:

اقبال ٹاؤن میں مقیم ایک ایسے ہی میاں بیوی نے اپنی داستان سناتے ہوئے کہا کہ ان کی شادی ۱۰ سال پہلے ہوئی تھی شادی کے تین سال بعد بھی بچہ پیدا نہ ہوا تو ساس اور سسر کو فکر لاحق ہو گئی۔ ساس کا خیال تھا کہ بہو میں کوئی نقص ہے لیکن ٹیسٹ ہونے پر لڑکے میں نقص نکل آیا اس کے باوجود لڑکے کے والدین اس کی دوسری شادی پر بضد تھے۔ اصل مسئلہ جائیداد کا تھا۔ میاں ہر صورت اپنی جائیداد کا وارث چاہتا تھا بیوی الگ ذہنی مریضہ ہو گئی کیونکہ ساس اور سسر نے اس کی زندگی کو عذاب بنا دیا تھا۔ طعنوں سے تنگ آ کر اس نے کئی بار خودکشی کے بارے میں سوچا لیکن شوہر نے حوصلہ دیا، اسے علم تھا کہ وہ خود قصور وار ہے۔ حقیقت کا علم ہونے کے باوجود میاں بیوی نے ہر اس دروازے پر دستک دی جس کے بارے میں کہا گیا کہ یہاں سے ان کی مراد پوری ہو جائے گی۔ شوہر نے بتایا کہ وہ علاج معالجے پر اب تک ڈاکٹروں، حکیموں، عطائیوں، عاملوں، نجومیوں اور سنیاسیوں کے در پر کم از کم تین لاکھ روپے لٹا چکے ہیں، لیکن ان کی گود آج بھی نجومیوں کی ہزار تسلیوں کے باوجود خالی ہے۔ (نجومیوں کی سیاہ کاریاں: ۲۵ تا ۲۶)

اگر اللہ کسی کو اولاد نہ دے تو کون ہے جو اسے اولاد دے؟

حق مہر کتنا ہونا چاہیے؟

❁ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ محمد کریم ﷺ کے پاس حضرت ثابت بن قیس کی بیوی آئی اور عرض کی یا رسول اللہ! میں اپنے خاوند ثابت بن قیس میں کوئی دینی یا اخلاقی عیب نہیں پاتی لیکن میں اس سے نباہ نہیں کر سکتی، مجھے اس سے طلاق لے کر دیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «اَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهٗ ؟»

''کیا اس کا وہ باغ واپس کر دو گی جو تم نے حق مہر میں لیا تھا؟۔''

اس نے کہا، ہاں ۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا:

«اَقْبِلِ الْحَدِيْقَةَ وَ طَلِّقْهَا تَطْلِيْقَةً »

''ثابت اپنا باغ لے لو اور اسے طلاق دے دو۔''

(بخاری، کتاب النکاح، باب الخلع و کیف الطلاق......رقم:٥٢٧٣)

❁ حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ نے حق مہر کتنا دیا تھا؟ تو فرمایا:

«كَانَ صِدَاقُهٗ لِاَزْوَاجِهٖ اِثْنَتَیْ عَشْرَةَ اُوْقِيَةً وَ نَشًّا»

'' کہ نبی کریم ﷺ کا دیا ہوا حق مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا پھر فرمایا جانتے ہو کہ یہ تمام کتنی چاندی بنی؟ پھر خود ہی جواب دیا کہ یہ پانچ سو درہم بنتے ہیں۔''

(مسلم، کتاب النکاح، باب الصدوق وجواز کونہ......رقم:١٤٢٦)

❁ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہونی طے پا گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«اَعْطِهَا شَيْئًا»

''کہ انھیں حق مہر میں کوئی چیز دو۔'' تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«مَا عِنْدِیْ شَیْءٌ»

''کہ اے اللہ کے نبی! میرے پاس تو کوئی چیز بھی حق مہر میں دینے کے لیے نہیں ہے۔'' تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَيْنَ دِرْعُكَ الْحُطَمِيَّةُ ؟»

''تمہاری حطمی زرہ کہاں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ (جنگ میں کام آنے والی زرہ) حق مہر میں دے دی جس کو بیچ کر حضرت فاطمہ کا مکان اور مشک تکیہ وغیرہ بنایا گیا)

(ابوداؤد: کتاب النکاح، باب فی الرجل یدخل...... رقم:۲۱۲۵، ۲۱۲۶)

❁ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف پر وہ زرد رنگ دیکھا جو کہ دلہن استعمال کرتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، عبد الرحمٰن یہ کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا:

«يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ تَزَوَّجْتُ امْرَاَةً عَلٰی وَزْنِ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ»

''میں نے ایک خاتون سے کھجور کی گٹھلی کے برابر سونے کے عوض نکاح کیا ہے۔''

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ»

''اللہ کریم تمہاری شادی میں برکت کرے ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری کا ہی ہو۔''

(بخاری البیوع باب ماجاء فی قول اللہ فاذا قضیت الصلاۃ ......رقم:۲۰۴۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« نَسْتَمْتِعُ بِالْقَبْضَةِ مِنَ التَّمْرِ وَالدَّقِيقِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ »

''ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مٹھی بھر کھجور اور ستو کے عوض نکاح متعہ کیا کرتے تھے۔'' (مسلم، کتاب النكاح، باب نكاح المتعة...... رقم:١٤٠٥)

متعہ کا نکاح نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں کچھ وقت جائز تھا پھر خیبر کے موقع پر قیامت تک کے لیے آپ ﷺ نے حرام قرار دے دیا تھا۔

❁ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے فرمان کا مقصد یہ ہے کہ جب نکاح متعہ جائز تھا تب ہم مٹھی بھر کھجور یا ستو حق مہر میں دے کر نکاح کر لیا کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی مکرم ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے انصار کی ایک خاتون سے نکاح کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے دیکھ بھی لیا ہے؟ کیونکہ انصار کی عورتوں کی آنکھوں میں کوئی عیب ہوتا ہے؟ اس نے عرض کی ہاں میں نے اسے دیکھ لیے ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

« عَلٰى كَمْ تَزَوَّجْتَهَا قَالَ عَلٰى اَرْبَعِ اَوَاقٍ »

'' تم نے حق مہر کتنا دینا کیا ہے؟ اس نے کہا چار اوقیے چاندی (یعنی ایک سو ساٹھ درہم)''

آپ نے فرمایا کہ تم نے چار اوقیہ چاندی کے عوض نکاح کیا ہے ایسا لگتا ہے کہ تم اس پہاڑ سے چاندی اتار کر لاتے ہو؟ (وہ شخص آپ ﷺ سے حق مہر کی ادائیگی میں تعاون مانگ رہا تھا تو) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« مَا عِنْدَنَا مَا نُعْطِيْكَ وَلٰكِنْ عَسٰى اَنْ نَبْعَثَكَ فِيْ بَعْثٍ

تُصِيْبُ مِنْهُ ﴾

''ہمارے پاس تمہارے تعاون کے لیے تو کچھ نہیں ہے ہاں ہم آپ کو کسی جہادی لشکر میں بھیج دیں گے وہاں سے مال غنیمت میں تمھیں حصہ مل جائے گا (اس سے اپنی ضرورت پوری کر لینا)۔''

راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے انھیں بنو عبس کی طرف بھیجے جانے والے لشکر میں بھیج دیا۔ (مسلم کتاب النکاح، باب ندب من اراد نکاح......رقم:١٤٢٤)

نبی معظم ﷺ نے اس شخص کو یہ نہ فرمایا کہ تو اتنی رقم حق مہر میں نہ دے بلکہ آپ ﷺ نے اس کی طے کردہ رقم کی ادائیگی کا سامان کر دیا۔

✿ ام المومنین حضرت ام حبیبہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے میرے ساتھ اس وقت شادی کی جب کہ میں حبشہ میں (ہجرت کر گئی تھی) پھر اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

﴿ زَوَّجَهَا النَّجَاشِيُّ وَ أَمْهَرَهَا أَرْبَعَةَ آلَافٍ وَ جَهَّزَهَا مِنْ عِنْدِهٖ وَ بَعَثَ بِهَا مَعَ شَرَحْبِيْلَ بْنَ حَسَنَةَ وَ لَمْ يَبْعَثْ إِلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِشَيْءٍ وَ كَانَ مَهْرُ نِسَاءِهٖ أَرْبَعَ مِأَةِ دَرَاهِمَ ﴾

''یعنی حضرت ام حبیبہ کا نکاح نبی ﷺ کے ساتھ حضرت نجاشی نے کر دیا تھا (کیونکہ حبشہ میں موجود مسلمانوں کے متولی حضرت نجاشی تھے) اور انہوں نے چار ہزار درہم نبی ﷺ کی طرف سے (بطور مہر) خود ادا کر دیے اور دوسرا سامان بھی جو کام آیا وہ بھی حضرت نجاشی نے ہی دیا تھا لیکن حضرت ﷺ نے حضرت ام حبیبہ کو دینے کے لیے کوئی چیز نہیں بھیجی تھی (اکیلی ام حبیبہ کا حق مہر چار ہزار درہم تھا جب کہ

نبی کریم ﷺ کی تمام ازواج مطہرات کا ٹوٹل حق مہر چار سو درہم تھا۔“

(نسائی، کتاب النکاح باب القسط فی الاصلقة......رقم: ۲۳۵۲)

پہلے واقعہ بیان ہو چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی کو لوہے کی انگوٹھی بطور حق مہر دینے کا کہا تھا لیکن اس سے وہ بھی نہ ہو سکی تو آپ ﷺ نے قرآن مجید کی چند سورتیں یا آیات سکھانے کے عوض نکاح کر دیا تھا۔ یعنی یہ ضروری نہیں کہ حق مہر میں صرف مال و اسباب ہی دیے جائیں بلکہ جس چیز پر عورت راضی ہو جائے وہ حق مہر ہو سکتا ہے۔

✿ حضرت ام سلیم نے حضرت ابوطلحہ سے اس شرط پر نکاح کیا تھا کہ وہ مسلمان ہو جائیں ان کا حق مہر حضرت ابوطلحہ کا اسلام لانا تھا......

اس طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

﴿ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَعْتَقَ صَفِیَّةَ وَ جَعَلَ عِتْقَهَا صَدَاقَهَا ﴾

” نبی مکرم ﷺ نے حضرت صفیہ کو آزاد کر دیا تھا اور ان کی آزادی کو ہی حق مہر بنا دیا تھا۔“

(بخاری، النکاح باب من جعل عتق المنه ...... رقم: ۵۰۸۶)

حق مہر کی مقدار کا فیصلہ ہوتا ہے؟

سابقہ احادیث میں حق مہر کی مقدار کے بارے میں مختلف چیزیں گزریں مثلاً حق میں باغ دیا گیا۔ ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی ازواج مطہرات کے لیے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جنگی لوہے کی بنی ہوئی زرہ دی۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا دیا تھا۔ صحابہ کرام نکاح متعہ کے مہر میں مٹھی بھر کھجور اور ستو بھی دیا کرتے تھے۔ ایک صحابی نے انصاری عورت کو ایک سو ساٹھ دراہم دیے تھے۔ حضرت نجاشی نے حضرت ام حبیبہ کا حق مہر نبی مکرم ﷺ کی

طرف سے چار ہزار درہم ادا کر دیا تھا۔

معلوم ہوا کہ حق مہر شریعت نے مقرر نہیں کی جو لوگ حضرت فاطمہ کو دیا ہوا حق مہر شرعی حق مہر کہتے ہیں وہ درست نہیں کہتے جتنی کسی کی توفیق ہو اس کے مطابق حق مہر دینا شرعی حق مہر کہلائے گا بہت زیادہ حق مہر دینا بھی جائز اور درست ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ﴾ (النساء: ۲۰)

"اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم نے (پہلی) بیوی کو ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی نہیں لے سکتے۔"

اس آیت نے زیادہ سے زیادہ حق مہر دینے کی اجازت دی ہے اس لیے اگر کوئی شخص ایک من سونا بھی مہر میں دینا چاہتا ہے تو وہ دے سکتا ہے۔ البتہ تھوڑا اور مناسب حق مہر دینا زیادہ بہتر ہے تاکہ زیادہ حق مہر دینے والوں کی دیکھا دیکھی میں زیادہ حق مہر مقرر کرنے کا رواج نہ بن جائے یوں پھر نکاح مشکل اور کم ہوں گے اسی طرح معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوگا بدکاری کو رواج ملے گا......

❁ چنانچہ رسول اکرم ﷺ کا فرمان حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

« خَيْرُ الصَّدَاقِ اَيْسَرُهُ » (ابوداود، کتاب ......)

"بہترین حق مہر وہی ہوتا ہے جس کا ادا کرنا آسان ہو۔"

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حق مہر وہ مقرر کیا جائے جس کا ادا کرنا آسان ہو اگر ایک شخص لاکھ روپے یا کوئی قیمتی پلاٹ وغیرہ دے سکتا ہے تو دے دے اگر کسی میں اتنی طاقت نہیں ہے تو کم سے کم حق مہر بھی دیا جا سکتا ہے لیکن اس میں

عورت کی رضا مندی ضروری ہے عورت جس حق مہر پر راضی ہوجاتی ہے وہ حق مہر دیا جائے ہاں عورت کو بھی مرد کی استطاعت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

بعض لوگ اپنی شادی کی فضول رسموں پر تو لاکھوں اڑ دیتے ہیں لیکن جب حق مہر کی باری آتی ہے تو پانچ سو روپے دیتے ہیں یہ سراسر ظلم ہوگا کیونکہ رسموں پر لگائے ہوئے پیسے میں نمود و نمائش نام اور واہ واہ تو ہوسکتی ہے لیکن اس میں ثواب کی قطعاً امید نہیں ہے لیکن اگر کوئی شخص اگر بیوی کو بطور احسان اور محبت کے لاکھ روپے دے سکتا ہے اور وہ دیتا ہے تو اس کا جہاں اجر ملے گا وہاں دنیاوی طور پر یہ فائدہ ہوگا کہ بیوی کو دیا ہوا لاکھ روپیہ شادی کے بعد گھریلو ضروریات کو پورا کرنے میں معاون ثابت ہوگا اس لیے خاوند کو حتی الوسع حق مہر دینے میں کنجوسی سے نہیں بلکہ کھلے دل سے کام لینا چاہئےہمارے معاشرے میں یہ بھی ہورہا ہے کہ خاوند مجلس میں اقرار کرلیتا ہے کہ میں اتنی رقم یا اتنی مالیت حق میں دونگا لیکن بعد میں عورت کے لئے عذاب بن جاتا ہے صرف یہ نہیں کہ وہ مہر ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے بلکہ وہ اپنی بیوی اور اپنے سسرال کو گالیاں دینے اور بیوی پر زیادتی کرنے سے بھی شرم محسوس نہیں کرتا ذیل میں ایک واقعہ لکھا جاتا ہے۔

طے شدہ مہر دینے سے انکار:

ایک شخص کی بیوی فوت ہوگئی اس سے کئی بیٹیاں پیدا ہوئیں تھیں ماں کے بعد باپ نے ان کی پرورش کی جب اس کی بڑی بیٹی بالغہ ہوئی اس نے بیٹی کا رشتہ ایک جگہ تین مرلہ پلاٹ اور مکان حق مہر کے عوض ہوگیا۔

جب رخصتی ہوئی اور بیٹی اپنے خاوند کے گھر میں پہنچ گئی تو وہ اپنے خاوند کے آنے کی منتظر تھی لیکن جب خاوند آیا تو آتے ہی اس نے بیوی سے کہا تمہارے

باپ کنجر نے مجھے لوٹ لیا وہ میری جائیداد پر قبضہ کرنا چاہتا ہے لیکن میں اسے ایسا ہرگز نہیں کرنے دونگا چند اور بھی گالیاں نکالیں اور یہ حکم نامہ جاری کیا کہ صبح اپنے باپ کے پاس جا کر اسی پلاٹ کی رجسٹری مجھے لاکر دینا اور میں دوبارہ یہ پلاٹ اپنے نام کراؤنگا۔

لڑکی نے کہا میرے سرتاج میں آپ کی ہوں اور میرا سب کچھ آپ کا ہے تین مرلے کا پلاٹ آپ کا ہی ہے میں آپ کو رجسٹری بھی لاکر دے دونگی لیکن میرے قابل احترام والد صاحب کو گالیاں نہ دیں کیونکہ اگر کوئی شخص آپ کے باپ کو گالیاں دے تو آپ کو یہ ناپسند ہوگا اس طرح مجھے بھی اپنے باپ کو ننگی گالیاں پسند نہیں ہیں۔

خاوند کہنے لگا بڑی تیز زبان ہے تو تیری زبان قینچی کی طرح چل رہی ہے پھر بیوی پر ظلم و تشدد کرنا شروع کر دیا جب بیوی کی رونے کی آوازیں بلند ہوئیں تو خاوند نے اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا اور دوپٹے سے اس کے ہاتھ باندھ دیے اور اپنا ظلم جاری رکھا۔

جب صبح ہوئی اور بیٹی اپنے باپ کے پاس پہنچی تو باپ نے اپنی بیٹی کے چہرے پر ظلم کے نشانات دیکھے تو وہ بیہوش ہو گیا......

پھر بیٹی کو ہسپتال میں داخل کرا دیا۔ (هفت روزه غزوه ربیع الاول: ۱۴۲۷)

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ خاوند لوگوں کو دکھانے کے لیے اور اپنا اُلو سیدھا کرنے کے لیے نکاح کی مجلس میں تو زیادہ سے زیادہ حق مہر بیوی کے ولی کے سامنے تحریر کرا دیتا ہے لیکن جب بیوی کو گھر لے جاتا ہے تو مختلف بہانوں سے بیوی کو دھوکے میں رکھ کر حق مہر کی رقم ہضم کرنے کے چکر میں پڑ جاتا ہے۔

جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ حق مہر وصول کرنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ حق مہر ولی کی نگرانی میں طے ہوتا ہے اور حق مہر موقع پر ولی وصول کرے پھر مناسب موقع پر اپنی بہن بیٹی کو ادا کردے تاکہ اس سے زیادہ بیوی کی ضروریات کا حل ہو۔

ولی کو حق مہر عورت پر نہ چھوڑے خصوصاً جب وہ کنواری ہو کیونکہ اس طرح عموماً حق مہر کی مالیت کے ڈوب جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اگر حق مہر میاں بیوی پر چھوڑ دیا جائے تو عموماً وہ مقصد حاصل نہیں ہوتا جس مقصد کے لیے حق مہر مقرر کیا جاتا ہے۔

یعنی حق مہر کا مقصد ہوتا ہے کہ وہ رقم عورت کی ہوتی ہ وہ اس کی مالک ہوتی ہے وہ اسے اپنی ضروریات اور اپنی مرضی کی جگہ پر لگا سکتی ہے لیکن اگر حق مہر ولی نہیں لے گا تو زیادہ تر حق مہر کی رقم کے ہضم ہو جانے کا امکان ہوتا ہے کم از کم اس چیز کا امکان ضرور ہوتا ہے کہ حق مہر کی رقم عورت کی ضروریات پر نہیں بلکہ خاوند کی ضروریات پر لگ جاتی ہے۔

ولیمہ کتنا ہونا چاہیے؟:

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا:

« اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ »

''ولیمہ کرو چاہے ایک بکری کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔''

(بخاری النکاح باب الولیمة ولو بشاة...... رقم: ٥١٦٧)

اس حدیث سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ دعوت ولیمہ میں کم از کم ایک بکری ہونی چاہیے حالانکہ بات اس طرح نہیں زیادہ سے زیادہ دعوت کرنے میں کوئی حرج

نہیں ہے بشرطیکہ اس ریا میں کاری اور شہرت مقصد نہ ہو بلکہ اس میں سنت نبوی اور اللہ کی رضا اور صلہ رحمی مقصود ہو ذیل میں چند احادیث پیش کرتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ دعوت ولیمہ بکری سے کم خرچ کے ساتھ بھی کی جا سکتی ہے۔

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

« مَا اَوْلَمَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى شَيْءٍ مِنْ نِسَاءِهٖ مَا اَوْلَمَ عَلٰى زَيْنَبَ اَوْلَمَ بِشَاةٍ » (بخاری، النکاح، باب الولیمۃ ولو بشاۃ...... رقم:۵۱۶۸)

”نبی مکرم ﷺ نے جتنا بڑا ولیمہ حضرت زینب کا کیا تھا اتنا بڑا ولیمہ کسی دوسری بیوی پر نہیں کیا تھا۔ حضرت زینب کا ولیمہ بکری کے ساتھ کیا تھا۔“

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَوْلَمَ عَلٰى صَفِيَّةَ بِتَمْرٍ وَ سَوِيْقٍ »

”نبی کریم ﷺ نے حضرت صفیہ کا ولیمہ کھجور اور ستو کے ساتھ فرمایا تھا۔“ (ابوداود، کتاب......)

❁ حضرت صفیہ بنت شیبہ فرماتی ہیں کہ:

« اَوْلَمَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى بَعْضِ نِسَاءِهٖ بِمُدَّيْنِ مِنْ شَعِيْرٍ »

”نبی مکرم ﷺ نے اپنی کسی بیوی کا ولیمہ دو مد (تقریباً سوا کلو جو کی روٹی پکا کر کھلانے) سے کیا تھا۔“

(بخاری، النکاح، باب من اولم باقل من شاۃ...... رقم: ۱۷۲)

❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ اور خیبر کے درمیانی راستہ میں تین راتوں تک قیام کیا اور حضرت صفیہ سے شادی کی حضرت صفیہ کے ولیمہ کی دعوت کے لیے میں نے مسلمانوں کو دعوت دی ان کے ولیمہ میں

نہ تو روٹی تھی اور نہ ہی گوشت تھا بلکہ آپ ﷺ نے حکم دیا اور دستر خوان بچھا دیے گئے اور ان پر کھجور پنیر اور گھی رکھ دیا گیا لوگوں نے یہ تناول کیا......"

(بخاری، کتاب......)

اس طرح کی کئی احادیث ہیں جن میں گوشت روٹی اور کسی حدیث میں ان کے علاوہ کسی دوسری چیز کے ساتھ ولیمے کا ذکر ہے۔

ان تمام احادیث کو ملانے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ولیمے میں گوشت روٹی لازمی نہیں بلکہ خاوند کی وسعت اور استطاعت پر منحصر ہے وہ جتنا ولیمہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے وہ ضرور کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان طبرانی وغیرہ کتب احادیث میں موجود ہے:

« اَلْوَلِيْمَةُ حَقٌّ »

"دعوت ولیمہ حق ہے۔"(امام بخاری نے صحیح بخاری میں انہی لفظوں سے باب منعقد کیا ہے)

اس طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب حضرت فاطمہ سے نکاح کیا تھا تب بھی کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

« اِنَّهُ لَابُدَّ لِلْعُرُوْسِ مِنْ وَلِيْمَةٍ »

"شادی کے لیے ولیمہ ضروری ہوتا ہے۔"

معلوم ہوا ولیمہ سنت نبوی اور بہت اہمیت کا حامل عمل ہے اس لیے اپنی طاقت کے مطابق کسی چیز کا ولیمہ ضرور کرنا چاہیے اگر کوئی شخص دعوت ولیمہ کا اہتمام کرتا ہے اور اس پر آنے والے بھاری اخراجات کے لیے بھاری قرض اٹھالے اور زندگی بھر اس کی ادائیگی کے لیے پریشان ہوتا پھرے یہ قطعاً غلط عمل ہوگا ولیمہ کے لیے یہ

خیال رکھنا چاہیے کہ اس دعوت میں زیادہ سے زیادہ غرباء فقراء مساکین کو بلایا جائے امیر طبقہ کم سے کم ہو کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

« شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يُدْعٰى الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ مَنْ أَبَاهَا بَاهَا » (بخاری، النکاح، باب من ترك...... رقم: ٥١٧٧)

"بدترین کھانا ولیمہ کا کھانا ہے جس میں آنے والے (غرباء و مساکین) کو تو چھوڑ دیا جاتا ہے لیکن جو اس پر آنے سے انکار کرتا ہو (یعنی امیر لوگ) ان کو بلایا جاتا ہے۔"

بیوی کو بدنام کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے:

عورت کی عزت و آبرو میں شک کرنے کے نتائج برے ہوتے ہیں اس سے ہونے والی اورلاد کو شک کی نگاہ سے نہیں دیکھنا چاہیے کیونکہ اکثر گمان غلط ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے گھر میں ایک قیافہ شناس آیا اور نبی ﷺ بھی موجود تھے۔ اور وہاں حضرت زید بن حارثہ اور ان کے بیٹے حضرت اسامہ دونوں لیٹے ہوئے تھے (وہ ان سے واقف نہیں تھا) وہ کہنے لگا کہ یہ قدم ایک دوسرے سے ہیں یعنی یہ دونوں باپ بیٹا ہیں۔

آپ کو اس پر بہت مسرت ہوئی اور یہ بات آپ ﷺ کو اچھی لگی تو آپ ﷺ نے خوشی کے انداز میں اس بات کا تذکرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کیا تھا۔

(بخاری کتاب فضائل الصحابة باب مناقب زيد بن حارثه......رقم: ٣٧٣١)

فائدہ = حضرت زید گورے رنگ کے تھے جب کہ ان کے بیٹے حضرت اسامہ کالے رنگ کے تھے تو بعض لوگ کہتے تھے کہ یہ اپنے باپ کے نطفے سے نہیں (نعوذ باللہ) لیکن آپ ﷺ اس خیال کے مخالف تھے جب قیافہ شناس نے

آپ ﷺ کے خیال کی تصدیق کی تو آپ خوش ہوئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تذکرہ نبی مکرم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انھیں جا کر کہو کہ بیوی سے رجوع کر لے پھر اسے اپنے پاس (گھر میں ہی) رکھے حتیٰ کہ وہ حیض سے پاک ہو جائے پھر دوبارہ حیض آ جائے پھر اس سے پاک ہو جائے اس کے بعد اگر چاہے تو اپنے پاس رکھ لے ورنہ جماع سے پہلے ہی اسے طلاق دے دے یہ وہ عدت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس میں عورتوں کو طلاق دی جائے۔(بخاری، التفسیر باب تفسیر سورۃ الطلاق...... رقم: ۳۰۹۸)

مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ وہ اسے طلاق دے دے یا پھر پاکیزگی کی حالت میں یا حمل کی حالت میں طلاق دے دے۔ (مسلم النکاح باب تحریم طلاق الحائض......رقم: ۱۴۷۱)

اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ طلاق دینے میں تحمل اور بردباری سے کام لیا جائے مکمل طلاق دینے کا ارادہ ہو تو تین ماہ میں تین طلاقیں دی جائیں اور اس دوران جماع سے پرہیز کیا جائے۔

طلاق کا یہ طریقہ کیوں؟ حکمتوں کو تو اللہ ہی خوب جانتا ہے البتہ ہمیں جو بات سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ خاوند جب اپنی شہوانی خواہش کو پورا کر لیتا ہے تو اسے یوں لگتا ہے کہ اب اسے بیوی کی حاجت نہیں ہے حالانکہ شہوت کی مثال ایسے ہے جیسے بھوک پیاس کہ ایک وقت بھوک پیاس ختم ہو جاتی ہے لیکن بعد میں کھانے پینے کی ضرورت پڑتی ہے اس طرح شہوانی جذبات بھی ختم ہو جاتے ہیں اور پھر دوبارہ

پیدا ہو جاتے ہیں۔

شریعت نے تین ماہ میں تین طلاقیں دینے اور جماع سے پرہیز کرنے کا حکم اس لیے دیا تا کہ مرد کو احساس پیدا ہو کہ بیوی کے بغیر کوئی گزارہ نہیں ہے اس طرح میاں بیوی کو تین ماہ میں اپنے بگڑے حالات پر نظر ثانی کرنے کا موقع ملتا ہے اور میاں بیوی کے درمیان صلح ہو جاتی ہے اور یوں شیطانی تدبیر ناکام ہو جاتی ہے۔

لیکن ہمارے معاشرے میں جو طلاق کا جو طریقہ ہے وہ جہالت اور جلد بازی پر مبنی ہوتا ہے دوسرا اس میں عورت کو مار پیٹ کر ذلیل کر کے گالی گلوچ کے ساتھ رخصت کیا جاتا ہے اس کے نتائج شیطان کے حق میں جاتے ہیں طلاقیں ہو جاتی ہے اور طلاق کے بعد کئی قسم کے فتنے اور مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں یہ بھی ہوتا ہے کہ عورت کا جہیز وغیرہ کا جو کچھ سامان بھی ہوتا ہے اسے دبانے کی کوشش کی جاتی ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو اس سے بھی منع کر دیا ہے کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی پر لاکھوں خرچ کر چکا تھا بعد میں طلاق کا معاملہ پیش آ گیا تو عورت سے کچھ بھی لینے کا وہ حق دار نہیں ہے۔ (النساء:)

لیکن یہاں تو یہ ظلم ہوتا ہے کہ بیوی کا اپنا ذاتی مال بھی ہضم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

عورتوں سے حسن سلوک اور ان کے خرچ کا ذمہ دار کون؟

ہمارے معاشرے میں کئی طبقوں میں عورت کو جانور تصور کیا جاتا ہے اس سے بدسلوکی کی جاتی ہے انھیں برا بھلا اور گالی گلوچ دی جاتی ہیں اور ان سے اپنی خدمت کے بہانے ایسے ایسے کام لیے جاتے ہیں جن کی وہ طاقت نہیں رکھتی ہوتی اور جانوروں کی طرح رات دن کام میں لگی رہتی ہے۔

لیکن نبی کریم ﷺ کی تعلیم یہ ہے کہ بیوی سے اچھا سلوک کیا جائے اس کی غلطیوں سے درگزر کیا جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِي جَارَهٗ وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ وَ إِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهٗ كَسَرْتَ »

"جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے اور (فرمایا) عورت کے ساتھ خیر خواہانہ سلوک کرو کیونکہ وہ پسلی کی پیدائش ہیں اور سب سے ٹیڑھی پسلی اوپر والی ہوتی ہے اگر تو (ٹیڑھی) پسلی کو سیدھا کرنا چاہے گا اسے توڑ بیٹھے گا۔(بخاری النکاح باب الوصاة بالنساء......رقم: ۵۱۸۵-۵۱۷۶)

اس طرح اگر ٹیڑھی عورت کو سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اسے طلاق دے بیٹھو گے۔" اس لیے تم بیویوں سے اچھا سلوک کرو اس کی اصلاح کرو اگر اس سے غلطی ہو جاتی ہے تو درگزر کرو۔

ہماری شادیاں ناکام کیوں ہیں؟

کامیاب شادی وہ ہوتی ہے جو اسلامی اصولوں کے مطابق ہوتی ہے اس لیے ہم شادی کے متعلق چند اسلامی اصول بیان کرنا چاہتے ہیں اگر ان کا لحاظ رکھا جائے تو شادی کامیاب ہوتی ہے۔

① اگر کسی جگہ کسی دوسرے مسلمان نے شادی کا پیغام بھیج رکھا ہے تو جب تک اسے جواب نہ دے دیا جائے تب تک وہاں پیغام نکاح نہیں بھیجنا چاہیے کیونکہ اس طرح فتنے کو ہوا ملتی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« اَلْمُؤمِنُ اَخُو الْمُؤمِنِ ...... وَ لَا یَخْطُبُ عَلٰی خِطْبَةِ اَخِیْهِ حَتّٰی یَذَرَ » (مسلم، کتاب النکاح، باب......)

”مومن دوسرے مومن کا بھائی ہوتا ہے اس لیے......اس کے نکاح کے پیغام پر اپنا پیغام نہ بھیجے حتی کہ وہ اس رشتے کو چھوڑ دے۔“

② جہاں نکاح کا خواہش مند ہو اس عورت کو خود دیکھ لے تاکہ اسے دلی اطمینان حاصل ہو ایسا نہ ہو کہ شادی کے بعد اس کا حسن اسے پسند نہ آئے اور پھر اختلافات پیدا ہو جائیں، حضرت ابو حازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا کہ میں نے

انصار کی فلاں عورت سے شادی کرنے کا پروگرام بنایا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اس عورت کو دیکھ لیا ہے؟ اس نے کہا نہیں! تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« فَاذْهَبْ فَانْظُرْ اِلَيْهَا فَاِنَّ فِيْ اَعْيُنِ الْاَنْصَارِ شَيْئًا »

"کہ جاؤ اسے دیکھ لو کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کوئی عیب ہوتا ہے (کہیں بعد میں اختلافات نہ کھڑے ہو جائیں۔"

(مسلم، کتاب النکاح، باب......

اس مفہوم کی روایات، حضرت جابر، مغیرہ بن شعبہ، ابوحمید، محمد بن مسلمہ سے بھی آتی ہیں، اس لیے جہاں رشتہ کرنا ہو اس عورت کو خود جا کر دیکھے یا پھر کسی سمجھ دار عورت کو بھیج کر اس کی صورت و حلیے کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں حتیٰ کہ دل مطمئن ہو جائے۔

3. کسی عورت سے شادی کرنے کا ارادہ ہو تو اس کے ولی وارث کو پیغام بھیجا جائے نہ کہ ولی کو بے خبر رکھ کر براہ راست عورت سے رابطہ قائم کر کے چوری یا عدالتی نکاح نہ کرایا جائے کیونکہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح باطل ہوتا ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے:

« اَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ اِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ ...... »

"جو خاتون اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیتی ہے تو اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے۔" (ترمذی، کتاب النکاح،......)

اس طرح کی روایات حضرت ابوہریرہ، عکرمہ بن خالد وغیرہ سے بھی آتی ہیں۔

لہٰذا کسی عورت سے نکاح کرنا مقصود ہو تو حلال و جائز طریقے سے نکاح کیا جائے ورنہ اس نکاح میں برکت نہیں ہوگی میاں بیوی کے لیے بعد میں غلط نتائج نکلتے ہیں جس سے وہ دنیا میں منہ دکھانے کے نہیں ہوتے اور اس غلط نکاح کے اثرات اولاد پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔

4. جس خاتون سے نکاح کرنا ہے اس کی رضا مندی ضرور ہو کیونکہ اگر عورت راضی نہیں ہوگی تو نکاح نہیں ہوگا اور اس طرح عورت اپنا گھر نہیں بسائے گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« لَا تُنْكَحُ الْاَيِّمُ حَتّٰى تُسْتَاْمَرُوْا وَ لَا الْبِكْرُ حَتّٰى تُسْتَاْذَنَ قَالُوا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! وَ كَيْفَ اِذْنُهَا قَالَ اَنْ تَسْكُتَ »

”بیوہ عورت کا نکاح اس کے مشورے سے اور کنواری کا اس کی اجازت سے کیا جائے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! (کنواری لڑکی کی) اجازت کیسے ہوگی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی خاموشی اجازت ہوتی ہے۔“

(بخاری ، کتاب النکاح،بابلا ینکح الاباب وغیرہ...... رقم: ۵۱۳۶)

اس طرح خنساء بنت خدام سے روایت ہے کہ میرے باپ نے ایک جگہ میرا نکاح کردیا جو مجھے ناپسند تھا اور میں بیوہ تھی میں نے اس کی شکایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نکاح رد کردیا۔

- ان احادیث سے اور اس طرح کی کئی دوسری احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوگا اگر کوئی اپنی بہن بیٹی کا نکاح اس کی اجازت اور رضا مندی کے بغیر کردیتا ہے تو وہ نکاح قابل قبول نہیں ہوگا۔

اور عورت کی اجازت کے بغیر کیا ہوا نکاح فتنوں کا باعث بنتا ہے اور عورت یوں اپنے گھر کو آباد نہیں کر پاتی یا تو اسے کچھ عرصہ بعد طلاق ہو جاتی ہے یا وہ اس گھر میں جانوروں کی سی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتی ہے اور ماں باپ کو بددعائیں دیتی ہے۔

ایک ضروری وضاحت:

یہ بات بھی ذہن نشین ہو کہ عورت سے اجازت کا وقت وہ ہوتا ہے جب کہ ولی کے پاس نکاح کا پیغام لے کر رشتے کے خواہشمند لوگ آئیں عین شادی کے موقع پر جو اجازت لی جاتی ہے وہ مشکوک سی اجازت ہوتی ہے کیونکہ ماں باپ نے لاکھوں کا خرچ کیا ہوتا ہے اگر عورت نکاح کو نامنظور قرار دے دے تو اس کے خاندان کی بے عزتی ہوتی ہے اس لیے عورت طوعاً وکرھاً ہاں کر دیتی ہے۔

اگر عورت کی رضا حاصل نہ کی جائے گی تو وہ گھر کو آباد نہ کر سکے گی اس لیے عورت کی رضا مندی شادی کے موقع سے پہلے حاصل کی جائے۔

اگر عورت کی رشتے کو رد کر دیتی ہے تو اسے مجبور کر کے رشتہ پر آمادہ کرنے کی کوشش نہ کی جائے اگر کوئی اپنی بیٹی یا بہن وغیرہ کی شادی اس کی رضا مندی کے بغیر کر دے تو وقت کا حاکم یا جج اس نکاح کو ختم کراوے جیسا کہ حضرت خنساء کی روایت ہے وہ کہتی ہیں میں بیوہ ہو گئی تو میرے والد نے اس جگہ نکاح کر دیا جو مجھے پسند نہیں تھا تو میں نے آپ ﷺ کے پاس آ کر شکایت کی:

﴿ فَرَدَّ نِكَاحَهَا ﴾

”اللہ کے نبی ﷺ نے میرا نکاح ختم کرا دیا۔“

(بخاری کتاب النکاح باب اذان زوج الرجل ابنة......رقم ۵۱۳۸)

⑤ نکاح کرتے وقت دینداری کا لحاظ رکھا جائے مال دولت کو دیکھ کر اپنی بہن بیٹی کو جہنم میں نہ ڈال دیا جائے اگر کوئی شخص نیک ہے وہ کسی کو نکاح کا پیغام بھیجتا ہے تو اس سے نکاح کر دینا چاہیے چاہے وہ کسی بھی خاندان سے تعلق رکھتا ہو۔

نبی ﷺ نے حضرت زینب کا نکاح حضرت زید بن حارثہ سے کر دیا تھا جب کہ حضرت زینب قرشیہ تھیں اور حضرت زید غلام تھے اس لئے نچلی ذات یا غیر خاندان میں نکاح کرنے کو عار نہیں سمجھنا چاہیے۔

اسی طرح حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بدری صحابی ہیں انھوں نے اپنے بھائی ولید بن عتبہ کی بیٹی کا نکاح انصار کی ایک خاتون کے غلام سالم سے کر دیا تھا۔(بخاری کتاب النکاحباب الکفاء فی الدین......رقم:۵۰۸۸)

حضرت حنظلہ بن ابو سفیان اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا:

﴿ رَأَيْتُ أُخْتَ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ تَحْتَ بِلَالٍ ﴾

"میں نے عبد الرحمٰن بن عوف (وہ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں) ان کی بیٹی کو حضرت بلال کے نکاح میں دیکھا تھا۔"

(نیل الاوطار، بحوالہ دارقطنی)

⑥ بٹہ سٹہ والا نکاح نہ کیا جائے بٹہ سٹہ کا مطلب درج ذیل حدیث میں ہے بیان کیا ہوا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ لَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ ﴾

"اسلام میں بٹہ سٹہ نہیں ہے۔" (مسلم، کتاب النکاح، باب......)

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

(أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الشِّغَارِ)

"نبی ﷺ شغار (بٹہ سٹہ) کے نکاح سے منع فرمایا تھا۔"

پھر راوی نے شغار کی تفسیر کرتے ہوئے کہا:

" وَالشِّغَارُ اَنْ يُّزَوِّجَ الرَّجُلُ اِبْنَتَهٗ عَلٰى اَنْ يُّزَوِّجَهٗ اِبْنَتَهٗ وَ لَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ "

"شغار یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی بیٹی کا نکاح کسی سے اس شرط پر کرے کہ وہ شخص اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کردے گا اور درمیان میں حق مہر نہ ہو۔" (بخاری، النکاح باب الشغار...... رقم ۵۱۱۲)

یہاں بٹہ سٹہ کی تشریح یا تو نبی ﷺ کی ہے یا پھر کسی راوی کی تفسیر ہے دونوں صورتوں میں یہ تشریح قابل قبول ہے اگر یہ نبی ﷺ کا فرمان عالیشان ہے تب تو ٹھیک ہے اگر راوی کی تشریح ہے تو وہ اس لئے قبول ہے کہ راوی عربی لغت سے خوب واقف بلکہ اس کی مادری زبان عربی ہے ہے اس نے عربی لغت کے اعتبار سے جو تشریح کی ہے وہ درست ہے کیونکہ ہر شخص اپنی زبان کے رموز سے واقف ہوتا ہے اگر بٹہ سٹہ میں حق مہر ہو تب بھی ایسے نکاح سے بچنا چاہیے کیونکہ بٹے سٹے کے نکاح میں عورت یرغمال ہو جاتی ہے ایک شخص کی بیٹی اپنے خاوند کی طبیعت کے موافق نہ آسکی اور خاوند نے اسے سزا کے طور پر مارا پیٹا تو دوسرے شخص کی بیٹی کو اس کے بدلے میں ناجائز مارا پیٹا جاتا ہے اس طرح اگر ایک عورت کو طلاق مل گئی تو دوسری کو بھی اس کے بدلے میں طلاق دے دی جاتی ہے یوں دونوں گھر بیک وقت اجڑ جاتے ہیں۔

اس لیے بٹہ سٹہ کا نکاح معاشرے کی تباہی کا باعث ہے چاہے حق مہر ہو یا نہ ہو۔

⑦ نکاح میں غلط شرائط عائد نہ کی جائیں اور جائز شروط پوری کرنے کی پوری

کوشش کی جائے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« اَحَقُّ الشُّرُوْطِ اَنْ تُوْفُوْا بِهٖ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوْجَ »

”جن شرائط کو پورا کرنا ضروری ہے وہ وہ شرائط ہیں جو نکاح کے موقع پر طے کی جاتی ہیں۔“

(بخاری ،الشروط۔ باب الشروط فی المهر......رقم ۲۷۲۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا:

« وَلَا يَخْطُبَ الرَّجُلُ عَلٰى خِطْبَةِ اَخِيْهِ حَتّٰى يَنْكِحَ اَوْ يَتْرُكَ »

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے (مسلمان) بھائی کے نکاح کے پیغام پر۔ اپنا پیغام نہ بھیجے حتی کہ وہ نکاح کر لے یا پھر نکاح کرنے کا ارادہ ہی بدل لے۔“

(بخاری النکاح باب الایخطب علی خطبة......رقم ٥١٤٤)

لہٰذا جو شرائط نکاح کے موقع پر طے ہوں ان کو پورا کرنے کی پوری کوشش کی جائے اور نکاح میں ظلم اور زیادتی اور غیر شرعی شرائط نہ لگائی جائیں ورنہ شادی کے بعد حالات خراب ہو جاتے ہیں۔

(8) مشرک یا زانیہ وغیرہ بدفطرت عورتوں سے نکاح نہ کیا جائے۔

اللہ کریم کا فرمان ہے:

﴿ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (النور:۳)

”اگر کوئی کسی مشرکہ یا زانیہ سے نکاح کرے گا یا کوئی عورت کسی زانیہ

یا مشرک مرد سے نکاح کرے گی شادی کے بعد ان کے حالات خراب
ہو جائیں گیا گر اس سے اولاد ہوگئی تو عورت کی ودفطرتی کے اثرات
اولاد پر بھی پڑیں گے جو بڑی تباہی کا پیش خیمہ ہے۔"

ہمارے معاشرے میں موحد شخص کسی بدعقیدہ مشرک عورت سے شادی کر لیتا ہے صرف اس بنیاد پر کہ وہ خوبصورت ہے یا مالدار ہے یا اس کا تعلق کسی بڑے خاندان سے ہے وغیرہ وغیرہ یوں بعد میں خوب ناچاکیاں ہوتی ہیں جو ہمیشہ کے لیے دردسر ثابت ہوتی ہیں اس لیے نیک اور موحدین خاندانوں میں رشتے کیے جائیں۔

9. نکاح اور شادی کے لیے کسی دن یا مہینے کو منحوس سمجھنا اور یہ کہنا کہ فلاں موقع پر کی ہوئی شادی بے برکت ہوتی ہے، یہ نظریہ نہ رکھا جائے۔ نبی ﷺ کے دور کے لوگوں کا خیال تھا کہ شوال کا مہینہ منحوس ہے اس میں کی ہوئی شادی نحوست کی نذر ہو جاتی ہے۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«تَزَوَّجَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ شَوَّالٍ وَ بَنٰی بِیْ فِیْ شَوَّالٍ فَاَیُّ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اَحْظٰی عِنْدَهٗ مِنِّیْ......»

"اللہ کے نبی ﷺ نے میرے ساتھ شادی شوال کے مہینے میں کی اور میری رخصتی بھی شوال میں ہوئی لیکن نبی ﷺ کی بیویوں میں سے کونسی بیوی مجھ سے زیادہ آپ ﷺ کی محبوبہ اور پیاری تھی؟ (یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان لوگوں کا رد کیا جو شوال کو شادی کے لیے نامناسب سمجھتے تھے)۔" (مسلم، کتاب......)

مہینے اور دن سب اللہ کے ہیں ان میں سے کسی میں نحوست نہیں ہوتی کسی بھی مہینے میں شادی کی جا سکتی ہے لیکن ہمارے دور میں کچھ لوگ ہیں جو محرم کے مہینے

میں شادی کو جائز قرار نہیں دیتے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس ماہ میں کی ہوئی شادی کبھی کامیاب نہیں ہوتی اور اس غلط نظریے کو پھیلانے کے لیے مختلف افواہیں اور جھوٹ پھیلاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس مہینے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی یزید سے جنگ ہوئی تھی اور وہ جنگ کفر اور اسلام کی جنگ تھی اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنی جان کی قربانی نہ دیتے تو دنیا سے اسلام مٹ جاتا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ عظیم انسان تھے، جس ماہ میں ایسے عظیم انسان کی شہادت ہوئی اس میں شادی کیسے بابرکت ہو سکتی ہے؟

حالانکہ یہ تمام باتیں جھوٹی ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت حسین عظیم انسان تھے لیکن ان کی جنگ یزید سے کفر و اسلام کی نہیں بلکہ سیاسی جنگ اور حکومت کے حصول کے لیے تھی۔

باقی رہا یہ کہنا کہ اگر حضرت حسین کی یزید سے جنگ نہ ہوتی تو اسلام مٹ جاتا یہ بھی غلط ہے کیونکہ اللہ کے دین کو حضرت محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کر دیا اور صحابہ کرام خلفاء نے اسے قائم رکھا اور قرآن نے اس کی قیامت تک رہنے کی گارنٹی دے دی تھی اگر ان کی قربانی اسلام کے لئے تھی تو اسلام کے لیے شہادت صرف حسین رضی اللہ عنہ نے بلکہ تمام صحابہ نے قربانیاں دی تھیں وہ کہتے ہیں کہ ان کی جنگ سے اسلام زندہ ہوا میں کہتا ہوں کہ یزید اور حسین رضی اللہ عنہ کی جنگ سے اسلام بدنام اور زخمی ہوا تھا۔

اور محرم کے مہینے کی عظمت و عزت حضرت حسین کی جنگ سے نہیں بلکہ زمین و آسمان کی پیدائش اور دن رات کے پیدا ہوتے وقت سے ہے اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی عظمت کا اعلان کیا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شروع سے سال کے بارہ مہینے بنائے اور ان میں چار حرمت والے مہینے تھے ان میں سے ایک محرم بھی ہے زمانہ

جاہلیت میں محرم کی عزت و تکریم کفار بھی کیا کرتے تھے۔

اور نبی ﷺ نے محرم کی دس کا روزہ خود بھی رکھا اور امت کو حکم بھی دیا لیکن جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تب محرم کے روزے کی فرضیت ختم ہوگئی لیکن آپ ﷺ نے اس کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس دن کے روزے سے گزشتہ ایک برس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

اور دس محرم کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو فرعون کے لشکر سے نجات دی تھی اس لیے انھوں نے اس دن شکرانے کا روزہ رکھا تھا ان کی اتباع میں یہود بھی روزہ رکھتے آئے پھر نبی ﷺ کو جب علم ہوا تو آپ ﷺ نے دس محرم کا روزہ رکھا۔ معلوم ہوا کہ محرم کی فضیلت حضرت حسین سے نہیں بلکہ ان سے پہلے بھی محرم کو فضیلت حاصل تھی۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ حضرت حسین کی شہادت دس محرم کو ہوئی تھی اس لیے اس مہینے میں شادی نہ کی جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی دن یا مہینے میں کسی کے فوت ہونے سے شادی کرنا ممنوع ہے تو پھر محمد ﷺ سے بڑھ کر کون ہے آپ ﷺ کی وفات ربیع الاول میں ہوئی ہے پھر تو ربیع الاول میں بھی شادی ممنوع ہونی چاہیے لیکن اس کے برخلاف مسلمانوں کا ایک عاشقوں کا ٹولہ تو اس مہینے میں خوشی اور جشن مناتا ہے جس مہینے میں کائنات کے نبی نے وفات پائی تھی۔ (نعوذ باللہ)

پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ سال کا وہ کون سا دن ہے جس میں کسی نہ کسی نبی یا ولی یا صحابی یا امام کی وفات نہ ہوئی ہو پھر تو شادی کرنے کا کام ہی چھوڑ دینا چاہیے۔

قصہ مختصر شادی کے لیے کوئی دن یا مہینہ منحوس نہیں ہے کسی وقت بھی شادی کی جا سکتی ہے۔

(10) جس خاتون سے کوئی مسلمان شادی کرے اس کا دیندار ہونا ضروری ہے۔ دیندار کا مطلب یہ ہے کہ وہ چاہے قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کر چکی ہو وہ کسی مدرسے میں پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو وہ اپنے معلومات کے مطابق پرہیزگار اور قرآن سنت کی پابند ہو اگر ہو تو وہ کسی مدرسے کی فارغ التحصیل لیکن وہ قرآن سنت کی پابند نہیں ہوگی تو وہ اپنے خاوند کی عزت اور اطاعت نہیں کرے گی بلکہ خاوند کے لئے عذاب بن جائے گی کیونکہ جو خاتون اللہ کے ڈر سے خالی ہے وہ اپنے خاوند کی عزت و تکریم کیا کرے گی۔ چنانچہ ہمارے معاشرے میں کئی ایسے واقعات پائے گئے ہیں کہ لڑکے کے سرپرستوں نے اپنے بیٹے کا ایک لڑکی سے رشتہ اس بنیاد پر کردیا ہے کہ وہ مدرسے کی فارغ ہے لیکن جب شادی ہوگئی تو لڑکی نے خاوند اور گھر کے افراد کو دن کے تارے دکھا دیے۔

اس لئے صرف یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ فلاں لڑکی پڑھی لکھی ہے یا نہیں بلکہ اس میں خوف الٰہی کا ضرور لحاظ رکھا جائے ورنہ گھر آباد نہیں ہوگا۔

(11) لڑکی خاوند کی اطاعت کرے گی تو گھر بنا رہے گا ورنہ اجڑ جائے گا اور یہ پہلو سابقہ تمام پہلوؤں سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ بیوی میں تمام اچھی صفات اور خوبیاں موجود ہوں لیکن وہ خاوند کی نافرمان ہو تو گھر کبھی آباد نہیں ہو سکے گا۔ لیکن اگر لڑکی میں کوئی اعلیٰ صفت نہ ہو صرف وہ مرد کی اطاعت گزار ہو تو وہ مرد کو اپنا بنا لیتی ہے چاہے مرد کتنا اکھڑا ہوا ہی کیوں نہ ہو۔

اس لئے شریعت نے عورت کو مرد کی اطاعت کرنے کی بہت تاکید کی ہے

چنانچہ قرآن وسنت میں مرد کو اپنی بیوی سے حسن سلوک کرنے کا اور غلطیوں سے حتی المقدور درگزار کرنے کا حکم ہے اور عورت کو اپنے خاوند کی اطاعت کا حکم ہے

مرد کو حتی الوسع بیوی سے راضی رہنے اور خوش خلقی سے پیش آنے اور اس کے حقوق ادا کرنے حکم ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

بیوی پر خاوند کا کس قدر حق ہے؟:

ہم اس بات پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھتے ہیں کہ بیوی پر خاوند کا کتنا بڑا حق ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« اَلرَّجُلُ اِمْرَأَتَهٗ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ اَنْ تَجِیْءَ لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ »

ایک دوسری روایت میں ہے: « حَتّٰی تَرْجِعَ »

(بخاری کتاب النکاح باب اذا باتت المرأة......رقم: ۵۱۹۳-۹۴)

”جب خاوند اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے لیکن وہ جانے سے انکار کردے تو پوری رات صبح تک اس پر فرشتے لعنتیں کرتے رہتے ہیں۔“

دوسری روایت کے مطابق: ”جب تک وہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہیں آئے گی تب تک اس پر فرشتوں کی لعنتیں برستی رہتی ہیں۔“

ایک حدیث میں مذکور ہے: ” جہنم میں اکثریت عورتوں کی ہوگی کیونکہ وہ خاوند کی ناشکری کرتی ہیں۔“

خواتین کی اکثریت جہنمی کیوں؟:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« اَلْمَرْأَةُ وَبَعْلُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ »

''عورت اپنے خاوند کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے۔''

(بخاری کتاب النکاح باب صوم المرأة باذن......رقم: ۵۱۹۲)

⑫ اگر مرد میں جنسی غلط کاریوں کی وجہ سے مردانہ کمزوری پیدا ہوچکی ہے تو اس عیب اور کمزوری کے ہوتے ہوئے مرد گھر کو نہیں بسا سکے گا بلکہ بہت جلد اس کے گھریلو تعلقات کشیدہ ہوجائیں گے اس لئے والدین کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی خوب نگرانی کریں کہ کہیں وہ جنسی بے راہ روی کا شکار نہ ہوجائیں۔ اس سلسلے میں لڑکوں کی شادی بلوغت کے کچھ عرصہ بعد ہی عموماً اچھا ثابت ہوتا ہے اس طرح بچوں کو اپنی جوانی غلط راستے پر برباد کر دینے کا موقع نہیں ملتا۔

آج کل جو جوان مردانہ کمزوری کا شکار ہوتے ہیں اس کے اسباب عموماً:

① والدین کی اولاد کی نگرانی اور ان پر نظر رکھنے میں سستی۔

② بچوں کا گلیوں بازاروں میں ٹی وی (جو کہ ایمان کی ٹی بی ہے) وی سی آر۔ ڈش کیبل۔ سینما۔ سی ڈی۔ انٹرنیٹ پر فحش اور اخلاقیات کو تباہ کرنے والے پروگرام ہوتے ہیں۔

اپنی نسل کو ان فحش پروگراموں سے بچا کر رکھنا چاہیے اگر والدین کی نگرانی کے باوجود اگر کسی جوان میں جنسی کمزوری پیدا ہوگئی ہو تو اس جوان کو شادی سے قبل اپنا علاج کروا لینا چاہیے اور سابقہ غلطیوں پر اللہ سے معافی مانگنا اور آئندہ ایسی غلطیوں سے توبہ کر لینا بے حد ضروری ہے ورنہ ایسا جوان گھر کی رونقیں نہیں دیکھ سکے گا۔

بیوی کے ساتھ زندگی گزارنے کے کامیاب اسلوب

① حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

《لَا يَفْرُكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ》

”کوئی مومن (خاوند) مومنہ (بیوی) سے عداوت نہ رکھے کیونکہ اگر اسے اس کی کوئی خصلت بری لگے گی تو کوئی دوسری خصلت اسے پسند بھی آئے گی ۔(مسلم کتاب النکاح، باب......)

لہٰذا خاوند کو بیوی کی غلطیوں پر آگ بگولا نہیں ہو جانا چاہیے بلکہ تحمل سے کام لینا چاہیے۔

② حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میری سہیلیاں بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں ، جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لاتے تھے تو میری سہیلیاں (شرم کی وجہ سے) چھپ جاتی تھیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں میرے پاس بھیج دیتے تھے پھر وہ میرے ساتھ آکر کھیلا کرتی تھیں۔ (بخاری، مسلم، کتاب النکاح......)

فائدہ = خاوند کو چاہیے کہ اپنی بیوی کی دل لگی کے لیے ہر ممکن کوشش کرے

اس کی سہیلیوں کو اس کے ساتھ بیٹھنے اور کھیلنے دے سہیلیوں کو بیوی کے پاس سے بھگا کر اس کی دل رنجی نہ کرے۔

③ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَ خِيَارُكُمْ خِيَارُكُمْ لِنِسَاءِ هِمْ»(ترمذی، کتاب النکاح،باب......)

''کامل ایمان والا مومن وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہو اور تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کے لیے اچھا ہو۔''

فائدہ =مومن شخص کو چاہیے کہ وہ اچھے اخلاق والا ہو اور اس کے اچھے اخلاق کی سب سے زیادہ مستحق اس کی بیوی ہے جو اس کی رات دن خدمت کرتی ہے اور اس کے بچوں کی دیکھ بھال کرتی ہے اور اس کی خوشی ومسرت کا سامان ہوتی ہے۔

جو شخص سرے سے بد اخلاق ہو یا دوسرے لوگوں سے تو خوش خلقی سے پیش آتا ہے لیکن اپنی بیوی سے بد اخلاقی کرتا ہے تو وہ گھٹیا اور احسان فراموش شخص ہے۔ایسے شخص کا گھر آباد نہیں ہوسکتا۔

④ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنًى وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ......»

''بہترین صدقہ وہ ہے جو(اپنے بیوی بچوں کے خرچ) ادا کر دینے کے بعد ہو اور صدقہ کی ابتداء ان سے کر جن کی تو عیال داری کا ذمہ دار ہے۔(بخاری الطلاق۔ باب وجوب النفقة علی......رقم:۵۳۵۶)

حضرت معاویہ قشیری فرماتے ہیں، کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا،

خاوند پر بیوی کا کیا کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ تُطْعِمُهَا إِذَا طَعِمْتَ وَ تَكْسُوهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ وَ لَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ...... ﴾

”جب تو خود کھائے تو اسے بھی کھلائے اور جب تو خود پہنے تو اسے بھی پہنائے اور چہرے پر مت مارنا......“

فائدہ = جیسے مرد خود اچھا کھانا اور اچھا لباس پہننا چاہتا ہے اس طرح بیوی کے لیے بھی اچھے کھانے اور اچھے لباس کا بندوبست کرے یہ اچھے اور شکر گزار خاوند کی علامت ہے کہ وہ بیوی بچوں کے کھانے اور لباس کا بہتر انتظام کرے۔

اگر بیوی پر غصہ آ جائے تو وہ بیوی کے منہ پر نہ مارے اور گالی گلوچ نہ کرے اور اگر اس سے بولنا چھوڑ دینا چاہتا ہے تو اپنے گھر میں کرے دوسروں کے گھر میں ایسا کر کے بیوی کو ذلیل نہ کرے اور نہ ہی جگ ہنسائی کرے۔ دوسروں کے گھر میں قطع تعلقی کرنے سے ایک نقصان یہ بھی ہے کہ ان کی ناچاقی کو دیکھ کر کوئی غنڈہ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

⑤ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک جنگ کے موقع پر محمد کریم ﷺ کے ساتھ گئے ہوئے تھے جب ہم واپس آئے تو ہم نے مدینہ میں داخل ہونا چاہا لیکن آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ٹھہر جاؤ ہم رات کو گھر جائیں گے۔

﴿ لِكَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَ تَسْتَحِدَّ الْمُغِيبَةُ ﴾

”تاکہ جس عورت کے بال میلے کچیلے اور بکھرے ہوئے ہیں وہ زیب و زینت کر لے اور جس عورت کو صفائی کی ضرورت ہو وہ صفائی کر لے۔“

(بخاری ، النکاح۔ باب تزویج الثیبات۔ رقم:۵۰۷۹)

فائدہ = جب خاوند اچانک اپنے گھر آ جائے گا اور اپنی بیوی کو ناپسندیدہ شکل اور میلے اور بد بودار لباس میں دیکھے گا تو اس کے دل میں بیوی سے نفرت پیدا ہو گی اور اس طرح میاں بیوی کی محبت میں فرق آ جائے گا اس لیے مرد کو ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے گھر اطلاع دے کر آئے اور بیوی کو اپنی صورت درست کرنے کا موقع دے۔

کئی بیویوں والا خاوند کیا کرے؟:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کی طرف جھک جاتا ہے:

« جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُجُرُّ اَحَدَ شِقَّيْهِ سَاقِطًا اَوْ مَائِلًا »

"کہ وہ قیامت کے دن فالج زدہ ہو کر آئے گا۔"

(ترمذی، النکاح، باب فی التقسیم بین النساء ......رقم ۲۱۳۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر جاتے تو

« اَقْرَعَ بَيْنَ اَزْوَاجِهِ فَاَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهٗ »

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے تھے جس کا قرعہ نکل آتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ (بخاری

النکاح، باب القرعة بین......رقم: ۵۲۱۱)

فائدہ = کئی بیویوں والا خاوند اپنی بیویوں کے درمیان کھانے پینے لباس وغیرہ تمام معاملات میں برابری کرے اگر وہ سفر پر اپنی کسی بیوی کو لے جانا چاہتا ہے تو قرعہ اندازی کرے جس کا نام نکل آئے اسے اپنے ساتھ لے جائے۔

جو شخص ایک بیوی کی تو ہر قسم کی ضروریات کو پورا کرتا ہے لیکن دوسری کے

پاس نہیں جاتا اس کی ضروریات پوری نہیں کرتا تو وہ اپنی بیوی کا مجرم ہے اور وہ قیامت کے دن اللہ کے عذاب کی لپیٹ میں ہوگا۔

یہ بات تجربے اور مشاہدے میں آئی ہے کہ دو بیویوں کی موجودگی میں پہلی بیوی کا کردار خیر خواہانہ ہوتا ہے جب کہ دوسری اپنے خاوند سے ناراض رہتی ہے اور اپنے خاوند کی پریشانی اور ذلت کا باعث بنتی ہے خاوند کو دوسری بیوی سے نخروں کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔

جہیز کی تباہ کاریاں

دین اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو چیز اسلام میں موجود ہے وہ نفع مند ہے اور جو چیز اسلام میں نہیں ہے وہ نقصان دہ اور معاشرے کے لیے تباہ کن ہے۔

کتنی چیزیں آج معاشرے میں چل رہی ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ان کا نقصان بھی دنیا والوں پر واضح ہے لیکن پھر بھی لوگ بطور مصلحت پسندی یا ناک رکھنے کے لیے یا کسی اور مقصد کے تحت اسے اپنا رہے ہیں پھر اس پر بس نہیں بلکہ جو شخص ان غیر شرعی کاموں کو نہ کرے تو اس کو طعنے دیے جاتے ہیں اور اسے ذلیل کیا جاتا ہے ان میں سے ایک جہیز کی رسم بھی ہے جہیز کے معنی یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی کو گھر میں استعمال کرنے کی ہر چیز مہیا کرنے کی کوشش کرے جس کا ذمہ عورت پر نہیں بلکہ مرد کا ہوتا ہے چاہے اسے قرض اٹھانا پڑے یا چوری ڈکیتی فراڈ یا حق تلفی کرنی پڑے یا اسے بھیک مانگ کر ذلیل ہونا پڑے۔ یہ سب کچھ کرتا ہے لیکن بیٹی کو جہیز ضرور دیتا ہے۔

یہ رسم پاکستان بننے سے پہلے بہت کم تھی اور جہاں تھی وہاں اکثر امیر لوگوں میں ہوتی تھی جن کی آمدنی حرام مال سے ہوا کرتی تھی لیکن ان امیر گھرانوں کی دیکھا دیکھی میں یہ مرض غرباء میں بھی بڑھتا چلا گیا جو کہ آج ایک وباء کی صورت اختیار کر چکا ہے جو تقریباً ملک کے ہر گھر میں یہ مرض داخل ہو چکا ہے یہ اور بات

ہے کہ کچھ لوگ تو جہیز اپنی خوشی سے دیتے ہیں اور نبی ﷺ کی سنت اور اسلام کا طریقہ سمجھ کر دیتے ہیں لیکن کچھ لوگ اسے سمجھتے تو ناجائز ہیں لیکن پھر بھی وہ جہیز دیتے ہیں تاکہ معاشرے میں ان کو ذلت نہ اٹھانی پڑے۔ حالانکہ ذلت تو وہ ہوتی جو آخرت میں ہو

ہم ذیل میں اس رسم کے غلط ہونے کے دلائل دیں گے اور یہ بتائیں گے کہ جہیز کے کیا کیا نقصانات ہیں دیندار اور عقلمند لوگ ان چیزوں کو پڑھیں گے تو خود بھی اس رسم سے بچیں گے اور دوسروں کو بھی منع کریں گے۔ ان شاء اللہ

کئی لوگ شادی پر بہت مال لگاتے ہیں اور بیٹی کو جہیز زیادہ سے زیادہ دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ شادی ایک دن ہوتی ہے بار بار نہیں ہوتی اس لیے یہ اخراجات کرنے درست ہیں۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ شادی ایک بار نہیں بلکہ بار بار آتی ہے کیونکہ ایک شخص کے کئی بیٹے اور کئی بیٹیاں ہوتی ہیں سب کی شادی کرنی ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ شادی ایک بار نہیں بلکہ بار بار آتی ہے تو انسان میں زندگی بھر جمع کی ہوئی پونجی ایک دن میں لگا دیتا ہے ۔ دوسری شادی کے لیے پھر سے کوشش شروع کر دیتا ہے یہ کسی طرح بھی درست نہیں ہے جہیز اصل میں ہندوؤں کی رسم ہے جسے وہ دان کا نام دیتے ہیں وہ جہیز اس لیے دیتے ہیں کہ ہندو مذہب میں یہ ہے کہ چاہے کوئی شخص مالدار ہو یا غریب اس کی جائیداد تھوڑی ہو یا کروڑوں اربوں میں جب وہ مر جاتا ہے تو اس کی جائیداد میں سے بیٹی کو ورثہ بالکل نہیں ملتا اس لیے جب کوئی ہندو اپنی بیٹی کی شادی کرتا ہے اس لئے وہ اپنی بیٹی کو اپنے خاندان سے کاٹ دیتا ہے تو وہ اپنی بیٹی کو گھر میں کام آنے والی چیزیں دیتا ہے تاکہ بیٹی کی حوصلہ افزائی ہو یا آخری تعاون کر سکے۔

تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان اس رسم کو کیوں اختیار کرتے ہیں جب کہ ان کے اسلام میں تو عورت کو اپنے باپ یا بیٹے وغیرہ کی جائیداد سے ورثہ ملتا ہے بلکہ بعض اوقات مرد سے زیادہ عورت کو ورثہ ملتا ہے تو پھر مسلمان کو کیا ضرورت ہے کہ وہ ہندو طریقہ اختیار کرے؟

اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں میں بھی ہندوؤں کی طرح رواج ہے کہ مسلمان بھی اپنی بیٹیوں کو جائیداد سے محروم کر دیتے ہیں اگر جائیداد میں سے حصہ دیتے بھی ہیں تو پورا نہیں دیتے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جہیز دینے کا حکم نہیں دیا بلکہ ورثہ دینے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور جو لوگ اولاد کو ورثہ نہیں دیتے ان کو قرآن حکیم نے جہنم کی وعید سنائی ہے۔

کتنے افسوس کی بات ہے کہ جہیز کا حکم اللہ نے نہیں دیا وہ تو بڑھ چڑھ کر دیا جا رہا ہے اور ورثہ دینے کا حکم دیا ہے تو بیٹیوں کو اس سے محروم کیا جا رہا ہے۔ جہیز کا رواج پہلے بہت کم تھا پھر گزشتہ دو صدیوں میں بڑھ گیا اور موجودہ دور میں جہیز لیک اہم کے ساتھ ساتھ بہترین کاروبار بن چکا ہے۔

اگر جہیز کی رسم چلتی رہے تو ......!

جس شخص کی تمام بیٹیاں ہوں وہ تو جہیز جمع کرتے کرتے تباہ ہو جائے لیکن جس کے بیٹے ہی بیٹے ہوں وہ بادشاہ بن جائے گا اسلام میں جہیز کا کوئی تصور نہیں نہ ہی نبی کریم ﷺ نے اپنی بیٹیوں کو جہیز دیا اور نہ ہی آپ ﷺ کی بیویاں جہیز لے کر آئی تھیں اور نہ ہی کسی صحابی سے جہیز دینا ثابت ہے۔

اگر اسلام میں جہیز ہوتا تو ضرور احادیث میں اس کا طریقہ کار اور مقدار اور دوسرے احکامات مذکور ہوتے اور ائمہ کرام اپنی کتابوں میں جہیز کا باب باندھتے اور

شارحین ان احادیث کی شرح کرتے لیکن ان باتوں میں سے کچھ بھی نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ جہیز حکم الٰہی نہیں بلکہ لوگوں کی بنائی ہوئی رسم ہے۔

کیا نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ کو جہیز دیا تھا؟:

جہیز کے حامی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ کو تکیہ مشکیزہ وغیرہ چیزیں دی تھیں آپ ﷺ نے جو چیزیں جہیز میں دی تھیں وہ اس وقت کے لحاظ سے قیمتی تھیں آج کیونکہ خوشحالی کا دور ہے اس لیے آج بیٹی کو جہیز میں قیمتی سامان دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اگر جہیز کا تصور اسلام میں ہوتا تو آپ ﷺ صرف حضرت فاطمہ کو نہیں اپنی تمام بیٹیوں کو جہیز دیتے دوسرا یہ کہ آپ جہیز میں صرف یہ چیزیں نہ دیتے بلکہ آپ عرب کے بادشاہ تھے آپ ایک وقت میں سینکڑوں اونٹ صدقہ کر دیا کرتے تھے اگر آپ ﷺ چاہتے تو احد پہاڑ سونے کا بن جاتا اگر آپ ﷺ دعا کرتے تو بیٹیوں کے جہیز کے موقع پر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو بہت کچھ عطا فرما دیتا جب آپ ﷺ نے اس کے باوجود وہ چند معمولی چیزیں دیں تھیں اور جہیز نہیں دیا تو معلوم ہوا کہ جہیز کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بڑی بیٹی حضرت زینب کو ہار دیا تھا اور نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مشکیزہ، تکیہ وغیرہ چیزیں دی تھیں وہ جہیز کا ثبوت نہیں بن سکتیں۔ جہاں تک حضرت زینب کے ہار کا تعلق ہے وہ نبی کریم ﷺ نے نہیں دیا تھا بلکہ حضرت خدیجہ نے دیا تھا دوسرا یہ کہ اگر کوئی بضد ہو کر کہتا ہے کہ وہ ہار آپ ﷺ نے ہی اپنی بیٹی کو دیا تھا تو یہ واقعہ آپ ﷺ کے نبی بن کر دنیا میں آنے سے پہلے کا واقعہ ہے اور بعثت نبوی سے قبل کیا ہوا کام

دلیل نہیں بن سکتا۔

تیسرا یہ کہ وہ ہار بطور جہیز نہیں بلکہ اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت وہ ہار تحفہ دے دیا یا اس طرح سمجھو کہ وہ ہار حضرت زینب پہنا کرتی تھیں کیونکہ وہ حضرت خدیجہ کی بڑی بیٹی تھیں جب ان کی رخصتی ہوئی تو وہ ہار حضرت زینب سے نہیں اتروایا گیا۔

اس ہار سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی لڑکی کو ماں رخصتی کے وقت کوئی چیز اپنی خوشی سے دے دے تو وہ جائز ہے آج بھی ایسا کیا جا سکتا ہے لیکن جہیز، ہبہ یا تحفہ نہیں بلکہ یہ کوئی اور چیز ہوتی ہے۔

جہیز نہ دینے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی اپنی لڑکی سے وہ چیزیں بھی لے لے جو وہ اپنے والدین کے گھر میں استعمال کیا کرتی تھی، مثلاً کپڑے جوتے زیور وغیرہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اگر وہ ہار پہنا کرتی تھیں تو ان سے اتار لینا نامناسب تھا اس لئے وہ ساتھ لے گئی تھیں

باقی رہا حضرت فاطمہ کا جہیز اوّل تو وہ جہیز نہیں تھا کیونکہ جہیز دو تین چیزوں کا نام نہیں ہے۔

چلو مان لیا کہ وہ جہیز تھا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چیزیں بطور جہیز دی تھیں تو مسلمانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے صرف وہی چیزیں دینی چاہییں جو نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر کو دی تھیں اگر جہیز دینا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور بھی بہت کچھ دیتے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہی چیزیں دی ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جہیز میں صرف یہی چیزیں دی جائیں۔

حقیقت بات یہ ہے کہ وہ جہیز نہیں تھا بلکہ وہ سامان حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زرہ

بیچ کر بنایا گیا تھا جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ کو حق مہر میں دی تھی۔

آج بھی اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کے حق مہر کی رقم پہلے سے لے اور اس سے بیٹی کی ضروریات کا بندوبست کرے اور رخصتی کے وقت وہ چیزیں اپنی بیٹی کے ساتھ روانہ کردے تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ سنت نبوی پر عمل ہوگا۔

اگر کوئی شخص یہ ماننے کے لیے تیار ہی نہیں کہ وہ سامان حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مہر میں دی جانے والی زرہ بیچ کر بنایا گیا تھا تو ہم اسے کہیں گے کہ اگر وہ سامان نبی ﷺ نے خود اپنی طرف سے دیا تھا تب بھی وہ جہیز نہیں تھا بلکہ وہ تو نبی اکرم ﷺ کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تعاون تھا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس نہ کوئی گھر تھا اور نہ ہی زندگی بسر کرنے کا دوسرا سامان، حضرت علی رضی اللہ عنہ کیونکہ نبی ﷺ کی پرورش میں تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ابوطالب فوت ہو گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نگرانی اور پرورش نبی کریم ﷺ خود ہی کیا کرتے تھے۔اس لیے آپ ﷺ نے اپنی بیٹی کو چند ضروری اشیاء دے کر روانہ فرمایا تھا۔

آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ چیزیں بطور جہیز نہیں بلکہ بحیثیت سرپرست تعاون کے طور پر عطا کی تھیں۔

اس لیے اگر آج بھی کوئی شخص کسی کی پرورش کرتا ہے پھر اپنی بیٹی کا رشتہ اس سے کردیتا ہے تو وہ سرپرست کی حیثیت سے جو کچھ اپنی لڑکی کو رخصتی کے وقت دے دے گا تو وہ درست اور عین سنت کے مطابق ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ کو جو کچھ دیا تھا وہ جہیز نہیں تھا اور نہ امت کے لیے جہیز کا ثبوت بن سکتا ہے۔اس لیے اس گندی رسم کو سنت نبوی کے ساتھ جوڑنے کے جرم کا ارتکاب نہ کیا جائے۔

جہیز ایک رشوت ہے:

ایک شخص کسی کی لڑکی اس شرط پر لیتا ہے کہ لڑکی کا باپ اسے جہیز کی صورت میں مال دے تو یہ ایک کمینہ حرکت ہے اور وہ حرام مال لینے کا مرتکب ہوگا کیونکہ یہ رشوت کے زمرے میں آتا ہے۔

اگر کوئی سسر اپنے داماد سے اپنی بیٹی بیاہنے کی وجہ سے کچھ لیتا ہے تو اسے فقہ حنفی میں بھی حرام کہا گیا ہے......

سوچنے کی باتیں:

سوچنے کی بات ہے کہ ایک باپ اپنی بیٹی پیدا ہونے سے لے کر کئی سالوں تک اس کی پرورش پر (کھانے پینے، لباس، علاج معالجہ وغیرہ بے شمار ضرورتوں پر) بلاحساب مال خرچ کرتا ہے لیکن وہ داماد سے کچھ لینے کا حق نہیں رکھتا تو داماد کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ کسی سے بیٹی بھی لے اور اس کا گھر بھی صاف کر لے؟

جو شخص اپنی لڑکی کو اپنا ناک رکھنے کے لیے جہیز دیتا ہے تو داماد کو چاہیے کہ وہ جہیز لینے سے انکار کردے اگر وہ لے لے گا تو وہ حرام کام کا مرتکب ہوگا کیونکہ معلوم نہیں کہ باپ نے کس طرح مصائب کاٹ کر جہیز بنایا تھا یا وہ ناک رکھنے کی خاطر دے رہا ہے؟ اگر یہ لوگ بیٹی کو جہیز دینے میں مخلص ہیں تو وہ ورثہ کیوں نہیں دیتے؟

اگر کوئی شخص بھکاریوں کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے سسرال سے مال کا مطالبہ کرتا ہے تو وہ اخلاقاً عقلاً شرعاً ہر طرح سے مجرم اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے اس بھیک مانگنے سے تو یہ اچھا تھا کہ وہ کسی روڈ پر یا مسجد کے دروازے پر کپڑا بچھا کر بیٹھ جاتا اور ہر آنے والے سے ایک ایک روپیہ مانگ کر اپنا مطلوبہ مال بنا لیتا کم از

کم وہ لوگ اسے رُوپیہ روپیہ اپنی خوشی سے دے جاتے جب کہ اپنے سسرال سے زبردستی مانگتا ہے یا جہیز کو اپنا حق جان کر ان سے مال ملنے کی خواہش رکھتا ہے۔یہ دونوں چیزیں غلط ہیں۔

دیکھیں عورت مرد کی خادمہ ہوتی ہے وہ اپنی خدمت کے عوض مرد کے گھر سے کھاتی پیتی، پہنتی ہے اور خاوند کے بچوں کی بھی غلامی اور خدمت کرتی رہتی ہے اگر اسے طلاق ہو جاتی ہے تو سب کچھ چھوڑ کر اپنے ماں باپ کے گھر چلی جاتی ہے یعنی خاوند کے گھر اور مال اور اولاد میں سے اس کا کچھ بھی نہیں ہوتا تو کوئی عقلمند یہ کہہ سکتا ہے کہ عورت اپنے خاوند کی غلامی بھی کرے اور اپنے ساتھ مال بھی لے کر آئے تاکہ مرد کو محنت نہ کرنی پڑے اور مفت میں اسے سب کچھ مل جائے؟ معاشرے میں ایسے بھی کئی لوگ ہیں جو کسی فاحشہ عورت کے ایک رات کے ڈانس پر لاکھوں یا ہزاروں روپے لٹا دیتے ہیں، لیکن اپنی بیوی کو جائز اور مناسب حق مہر دینے کو تیار نہیں ہوتے، جس نے پوری زندگی ان کی خدمت کرنی ہوتی ہے۔

جہیز کے خواہش مند عورت پر کیا کیا ظلم کرتے ہیں:

داماد سسر سے اس کی لختِ جگر کے ساتھ ساتھ سامان کی لسٹ بھی پیش کر دیتا ہے والدین جیسے کیسے کر کے اس کی لسٹ پوری کر دیں تب بھی یہ سلسلہ ختم نہیں ہو جاتا بلکہ جب وہ بیوی کو گھر میں لاتا ہے تو اس کے بعد بھی اپنے سسرال کو فرمائشیں بھیجتا ہے کہ فلاں چیز دے دو فلاں چیز بھی دے دو اگر یہ چیزیں نہ ملیں تو میں تمھاری بیٹی کو طلاق دے دوں گا اب والدین کے لیے عجیب پریشانی ہوتی ہے وہ نہیں سمجھ پاتے کہ ہم کیا کریں۔

اگر مطلوبہ چیزیں مل جائیں تو ٹھیک ورنہ لڑکی کو یا تو طلاق دے دی جاتی ہے

یا پھر دن میں کئی بار اسے الٹی چھری سے ذبح کیا جاتا ہے بعض اوقات لڑکی تنگ آ کر خودکشی بھی کر لیتی ہے بتایئے جہیز نے کیا کیا گل کھلائے ہیں؟ جہیز نہ ملنے کی وجہ سے انسان اپنی بیوی پر زیادتی کرتا ہے اسے طعنے دیتا ہے اسے پریشان کرتا ہے یوں میاں بیوی کے تعلقات خوشگوار نہیں ہو پاتے بلکہ ان کے درمیان اختلافات ہو جاتے ہیں اور یہ اختلاف میاں بیوی کے درمیان نہیں بلکہ دو خاندانوں کے درمیان ہوتے ہیں اور دو خاندانوں کا اختلاف معمولی نہیں ہوتا بلکہ یہ جنگل کی آگ ہوتی ہے جو دونوں خاندانوں کے کئی افراد کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔

اور حدیثِ رسول ﷺ میں آیا ہے کہ شیطان کو جتنی خوشی میاں بیوی کے درمیان تعلقات ختم ہو جانے پر ہوتی ہے اتنی کسی چیز پر نہیں ہوتی۔ جہیز کا بھوکا جہاں بھیک مانگ رہا ہوتا ہے وہاں وہ اپنی رفیقۂ حیات اور غمخوار بیوی پر زیادتی کرتا ہے اسے پریشان کرتا ہے حرام مال کا مطالبہ کر رہا ہوتا ہے دو خاندانوں کے درمیان اختلاف کو ہوا دے رہا ہوتا ہے شیطان کو خوش کر رہا ہوتا ہے اللہ کو ناراض کر رہا ہوتا ہے۔وغیرہ وغیرہ۔ ایک واقعہ ملاحظہ کریں

اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر اس لیے بھی فضیلت دی ہے کہ وہ اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہے اگر مرد کے اخراجات عورت کرے تو پھر یہ نکما نکھٹو مرد کس کام کا؟

جہیز میں حرص اور حق مہر میں کم چوری؟

جہیز کا تصور اسلام میں نہیں ہے لیکن لوگ جھوٹی موٹی باتوں کی بنیاد پر جہیز کو ثابت کرتے ہیں اور جہیز نہ دینے والوں کو طعنے دیتے ہیں اور جہیز کے ثبوت دیتے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ محدثین یہی لوگ ہیں، لیکن دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کئی بار حق مہر دینے کا حکم دیا ہے لیکن انسان ہے کہ اللہ کی بغاوت اور

شیطان کی حمایت پر تلا ہوا ہے شادی کے موقع پر جہیز لیتا ہے گانے باجے، میراثی
خسرے، کنجر لے آتا ہے اور خلاف سنت دعوتیں کرتا ہے اور خلاف سنت دعوتیں
کھلاتا ہے سہرے ڈالتا ہے نہ جانے کون کونسے الٹے کام کرتا چلا جاتا ہے لیکن جب
مولوی صاحب کو نکاح پڑھانے کے لئے لایا جاتا ہے اور وہ پوچھتا ہے کہ جناب!
حق مہر کتنی دیں گے؟ تو منہ ٹیڑھا کر کے کہتا ہے کہ جو شریعت کہے گی! شرم نہیں آتی
منگنی سے لے کر بارات کی واپسی تک بلکہ رخصتی سے لے کر کئی دن بعد تک جو کام
کیے وہ خلاف شرع تھے ان میں شیطان کو راضی کرتا چلا آیا لیکن حق مہر جو عورت کا
حق ہوتا ہے اس کے بغیر نکاح نہیں ہوتا اگر بیوی سے کمال محبت کرتے ہوئے لاکھ
روپیہ بھی دے دے تو جائز ہوگا اس جائز کام میں وہ کم چوری پر تلا ہوا ہوتا ہے۔
حق مہر میں اگر کوئی شخص کڑور روپیہ بھی دے دیگا تو یہ جائز ہوگا کیونکہ اپنی بیوی پر
یہ احسان ہوگا حق مہر عورت کا حق ہوتا ہے اس میں مرد کا کوئی اختیار نہیں ہوتا عورت
اپنا حق مہر جہاں لگائے لگا سکتی ہے مرد کو اس پر اعتراض کا کوئی حق نہیں ہوتا۔

اگر یہ اپنی بیوی کی ملکیت میں کڑور روپیہ کر دیتا ہے تو یہ بلکل درست ہوگا
لیکن افسوس ہے کہ اس کی تمام رسومات میں سے کوئی چیز بھی شریعت کے مطابق
نہیں تھی صرف نکاح کا خطبہ اور حق مہر کی ادائیگی شریعت کے مطابق تھے ان میں
اسے شریعت یاد آگئی پھر اگر کسی نے بتادیا کہ شرعی حق تو سوا پچیس روپے ہے تو یہ
سن کر خوش ہوجاتا ہے اور پوری زندگی کی خدمت کا صلہ عورت کو سوا پچیس روپے
دے ہی دیتا ہے۔ اتنی بڑی سخاوت اتنی بڑی قربانی؟ سبحان اللہ

کچھ لوگ ایک سو یا پانچ سو روپے حق مہر میں دے کر بیوی پر اتنا بڑا احسان
کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اناللہ وانا الیہ راجعون' بعض لوگ شام کو حق مہر

دیتے ہیں پھر صبح سویرے اٹھتے ہی بیوی کو کہتے ہیں کہ رات جو میں نے حق مہر میں پانچ سو روپے دیے تھے وہ مجھے قرض دے دو میں آپ کو فلاں دن دے دونگا عورت بیچاری سیدھی سادی ہوتی ہے وہ کچھ والدین کی جدائی کے غم میں ہوتی ہے اور کچھ اسے خوف ہوتا ہے کہ معلوم نہیں نئے گھر والے مجھ سے کیسا سلوک کرینگے اور کچھ ضروریات سے واقف نہیں ہوتی اس طرح کئی مسائل درپیش ہوتے ہیں جن کے پیش نظر وہ مجبور ہوتی ہے وہ اپنے خاوند کو ساری رقم دے دیتی ہے اسے کیا معلوم کہ یہ مجھ سے دھوکہ کر رہا ہے اور مجھ سے جھوٹ بول کر پیسے لے جارہا ہے پھر مجھے یہ واپس نہیں کرے گا؟

اس لئے ہم لڑکی کے وارثوں سے گزارش کرینگے کہ حق وہ مہر بوقت نکاح وصول کرلیں پھر جب لڑکی اپنے سسرال چلی جائے پندرہ بیس دن اسے گھر کے ماحول سے واقفیت ہو جائے گی اور اسے اپنی ضروریات کا پتہ بھی چل جائے گا تب وہ رقم مناسب موقع پر اپنی بیٹی کے حوالے کردیں اس طرح وہ حق مہر بیٹی کے کام آجاتا ہے۔

بعض لوگ جہیز نقد یا ایڈوانس لے لیتے ہیں لیکن حق مہر ادھار کر لیتے ہیں یہ بھی ظلم ہے۔حق مہر میں مرد چاہے سوروپیہ دے یا لاکھ وہ کام تو اپنے گھر میں ہی آتا ہے تو پھر لوگ آخر حق مہر دینے میں کیوں ہچکچاتے ہیں؟

شادی کے موقع پر بارات کا خرچہ کون کرے گا؟

شادی پر آنے والے تمام اخراجات کا ذمہ دار خاوند ہوتا ہے لیکن موجودہ دور میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ ساری بارات کی پرتکلف دعوت بھی بیٹی والوں کے ذمہ ہوتی ہے اب بتایئے کہ بیٹی والا بیٹی بھی دے اور اس کے ساتھ ساتھ جہیز کے سامان کے

ٹرک بھی دے اور بارات کی پرتکلف دعوت بھی دے تو بیٹی والے اتنا بڑا بوجھ حلال کمائی سے کہاں اٹھا سکتے ہیں؟۔

ظاہر ہے اتنا بڑا بوجھ اٹھانے کے لئے والدین ناجائز طریقوں سے مال اکٹھا کرینگے جو معاشرے کے لئے ہر صورت میں نقصان دہ ہے بارات کو کھلانے کے لئے ضروری نہیں کہ پرتکلف دعوت دی جائے بلکہ کھجور اور شربت وغیرہ سے تواضع کی جاسکتی ہے۔پرتکلف دعوتیں کھلا کر لوگوں کے سامنے تو انسان سرخرو ہوجاتا ہے لیکن اس کا دینی اور معاشرتی نقصان حد سے زیادہ ہے۔شادی کا مقصد خانہ آبادی ہوتی ہے لیکن پرتکلف دعوتوں اور جہیز سے خانہ آبادی نہیں بلکہ خانہ بربادی ہوجاتی ہے۔

عورت ایک عظیم نعمت:

دنیا کائنات کی تمام چیزیں جو انسان کے استعمال میں ہیں ان میں سے سب سے اعلیٰ نعمت عورت ہے یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عظیم شاہکار ہے اس کے بغیر دنیا کا وجود ہی ختم ہو جاتا ہے انسان عورت سے جو فائدہ اور لطف اٹھاتا ہے اس لطف پر دنیا کے تمام لطف قربان کیے جا سکتے ہیں آپ نے سنا ہوگا کہ کئی مالدار ایک رات کے لطف کے لیے کنجریاں منگوا کر ان کے ڈانس کراتے ہیں اور صبح کو لاکھوں روپے وہ لے کر چلتی بنتی ہیں۔

اس سے بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ عورت کتنی عظیم چیز ہے؟ کہ اس کو ایک رات کی اجرت لاکھوں روپے دے دی جاتی ہے اگرچہ یہ طریقہ کار حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور شریعت کے ہاں یہ جہنم والوں کا کام ہے یہ ایک الگ بات ہے لیکن اس سے دنیا والوں کے ہاں عورت کی قیمت واضح ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان

بھی عورتوں کے متعلق ملاحظہ فرمائیں:

«اَلدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَ خَيْرُ مَتَاعِهَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَة»

''پوری دنیا ایک سامان اور نفع کی چیز ہے لیکن دنیا کا سب سے بہترین سامان نیک عورت ہے۔'' (مسلم کتاب النکاح، باب ......رقم......)

اللہ کے نبی ﷺ نیک عورت کو دنیا کا سب سے قیمتی مال قرار دے رہے ہیں آخر کیا ہو گیا ہمارے معاشرے کو کہ ایک شخص اتنا عمدہ مال کسی کو دیتا ہے تو اس سے اس احسان کا انتقام یوں لیا جاتا ہے کہ اس سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ گھریلو ضروریات کے ساتھ ساتھ ٹی وی فریج گاڑی وغیرہ وغیرہ چیزیں بھی ضرور دو ورنہ تمھاری بیٹی کی بھی ہمیں ضرورت نہیں ہے ایسی باتیں اللہ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہیں۔

جہیز کا مال حرام ہے اور حق مہر عورت کا حق ہوتا ہے:

اگر کوئی شخص اپنی بیٹی کو بطور تحفہ کوئی چیز دے دیتا ہے تو وہ جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن یہ بات یاد رہے کہ عورت جو چیز اپنے ماں باپ کے ہاں سے لے جاتی ہے اور حق مہر میں اس کو جو کچھ ملتا ہے وہ خالص عورت کی ملکیت ہو تی ہے اس میں کسی کو حتی کہ خاوند کو بھی بغیر اجازت مداخلت کرنے کی اجازت نہیں ہوتی اور جو شخص بیٹی کو جہیز دینے کے لیے حلال و حرام ہر قسم کے طریقوں سے مال جمع کرتا ہے وہ غلط حرکت ہونے کے ساتھ ساتھ فضول خرچی بھی ہے اور اللہ پاک نے قرآن مقدس میں فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ﴾

(بنی اسرائیل:۲۷)

''بے شک فضول خرچ لوگ شیطانوں کے بھائی ہوتے ہیں۔''

اس طرح احادیث میں بھی فضول خرچی کی مذمت آئی ہے لہٰذا جو شخص اپنے سسرال سے جہیز کا مطالبہ کرتا ہے اور وہ ان کو مجبور کرکے مال حاصل کرتا ہے تو یہ ظلم اور حرام عمل ہے۔ اگر لڑکی متولی بھیک مانگ کر جہیز بناتا ہے تب بھی یہ حرام ہے کیونکہ بھیک مانگنا یا تو مجبور لوگوں کا کام ہوتا ہے یا پھر گناہ گاروں کا کام ہے اور یہ دونوں طریقے غلط ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ﴾ (البقرۃ:۱۸۸)

''تم ایک دوسرے کے مال باطل طریقوں سے مت کھاؤ۔''

کچھ لوگ جہیز کو دین کا کام سمجھتے ہیں حالانکہ اس کا دین سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے اگر جہیز اسلام میں ہوتا تو نبی ﷺ اپنی بیٹیوں کو ضرور جہیز دیتے اور نبی ﷺ کی بیویاں ضرور جہیز لے کر آتیں لیکن کوئی بھی ثابت نہیں کر سکتا کہ آپ ﷺ نے اپنی کسی بیوی سے جہیز لیا ہو۔

دیکھیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، تو وہ صحابی ہیں جو آپ ﷺ کو اگر جان کی ضرورت پڑی تو جان حاضر کردی اگر مال کی ضرورت پڑی تو گھر کا پورا مال آپ ﷺ کے قدموں میں لا کر ڈھیر کردیا اسی طرح ان کی بے شمار قربانیاں ہیں لیکن جب آپ ﷺ کو اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نکاح میں دے دی تو حضرت عائشہ اپنے ساتھ کچھ بھی نہیں لے کر آئیں اسی طرح دوسرے صحابہ کرام سے بھی ثبوت نہیں ملتا کہ انہوں نے اپنی بیوی سے جہیز لیا ہو یا اپنی بیٹی کو جہیز دیا ہوں لہٰذا معلوم ہوا کہ جہیز جاہلانہ اور کافرانہ رسم ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لیے اس سے بچنا بہت ضروری ہے۔

بیٹی کو جہیز دیا جاتا ہے اور وراثت سے محروم کیا جاتا ہے:

جہیز کا تصور نہ قرآن میں ہے اور نہ ہی سنت رسول اللہ ﷺ اور سنت خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں ہے اس کے باوجود جہیز زیادہ سے زیادہ دینے کی کوشش کی جاتی ہے جب کہ دوسری طرف وراثت کا مسئلہ ہے اس میں اتنا ظلم کہ وراثت میں سے لڑکیوں کو حصہ نہیں دیا جاتا حالانکہ وراثت کا حصہ لڑکیوں کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں عورت کو بحیثیت بیٹی بحیثیت ماں بحیثیت بیوی اور بحیثیت بہن کے ورثہ دینے کا حکم دیا ہے اور وراثت کے حصے بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ﴾

''وراثت دینا اللہ کی طرف سے فریضہ ہے۔''

پھر وراثت کے حصوں کے بیان کرنے کے بعد فرمایا:

﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَ لَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴾ (النساء:١٣، ١٤)

یہ (وراثت کے احکامات) اللہ تعالیٰ کی (مقرر کردہ) حدود ہیں اور جو شخص (ان حدود پر عمل پیرا ہو کر) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا اسے اللہ تعالیٰ ان (جنت کے) باغات میں داخل فرمائے گا جن میں نہریں جاری ہوں گی اور (لیکن) جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی (مقرر

کردہ) حدود کو پھلانگ جائے گا تو اسے اللہ تعالیٰ (جہنم کی) آگ میں داخل کرے گا اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والا ہوگا اور اس کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہوگا۔

ان آیات سے واضح ہوگیا کہ جو شخص اپنی اولاد کو یا اپنی بہن یا بیگم کو یا کسی بھی عورت کو ورثہ سے محروم کرے گا جب کہ وہ ورثے کی مستحق ہوں تو اسے جہنم کی وعید اور دھمکی دی گئی ہے۔

بعض اوقات انسان پہلے خوش حال ہوتا ہے لیکن بعد میں تنگ دست ہو جاتا ہے اس طرح بعض اوقات پہلے تنگ دست ہوتا ہے اور بعد میں خوشحال ہوجاتا ہے۔

ایک شخص پہلے خوش حال تھا اس نے اپنی ایک بیٹی کو سامان کے ٹرک دے دیے بعد میں تنگ دست ہوگیا اور دوسری بیٹیوں کو کم سامان دے گا تو یوں بعد والی اولاد پر ظلم کرے گا۔

اس طرح ایک شخص پہلے تنگ دست تھا پہلی بیٹی کو تھوڑا جہیز دیا پھر بعد میں وہ خوش حال ہوگیا اور آخری بیٹیوں کو زیادہ جہیز دے کر پہلی بیٹی پر ظلم کرتا ہے لیکن وراثت میں سب کو اپنا اپنا برابر حق مل جاتا ہے۔

اسلام نے وراثت کا مسئلہ بتا کر تمام اولاد کو برابر کر دیا ہے لیکن انسان ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کا کوئی کام پسند ہی نہیں آتا۔

اب ذرا قابل توجہ یہ بات ہے کہ وراثت کا مسئلہ اتنا اہم مسئلہ ہے لیکن اس میں اولاد سے خصوصاً عورت سے زیادتی کی جاتی ہے کہ اسے ورثہ نہیں دیا جاتا حتی کہ کئی لوگ اپنی لڑکیوں کی شادی اس لیے نہیں کرتے کہ اگر شادی کر دی تو ہماری اتنے مربع زمین ہے وہ دامادوں کو مل جائے گی۔

کچھ لوگ لڑکیوں کی شادی کر دیتے ہیں پھر لڑکیوں کے بھائی اپنی بہنوں پر ظلم

کرتے ہیں کہ وہ زمین اپنے والد سے زبردستی اپنے کسی بھائی کے نام لکھوا لیتے ہیں تاکہ بہنوں کو کچھ نہ دینا پڑے۔

یا پھر ایسا نہ ہو سکا تو اپنی بہنوں سے وراثت معاف کرا لیتے ہیں کبھی پیار سے کبھی معمولی لالچ دے کر کبھی دھمکی سے کبھی اسے خاندان سے الگ تھلگ کر دینے کا ڈراوا دے کر الغرض مختلف طریقوں سے بہنوں کو وراثت سے محروم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر ایک بہن نے معاف کردیا اور دوسری نے اپنا حصہ وصول کرنے پر اصرار کیا تو پھر اس کو تنگ اور پریشان کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ فلاں نے معاف کردیا تو کیوں معاف نہیں کرتی؟۔

یا پھر اس بیچاری کو کہا جاتا ہے کہ ہم تجھے تیرا حصہ نہیں دیتے اب تو جا کر عدالت میں ہمارے خلاف مقدمہ کردے اور عدالت تجھے تیرا حصہ دلا دے تو لے لینا۔ اب یہ بیچاری کیا کرے؟ اور کیا نہ کرے اگر اپنا حصہ چھوڑ دیتی ہے تو اسے بہت نقصان اٹھانا پڑتا ہے اگر عدالت میں جائے تو عدالت میں وکیل کرے تو بے تحاشا سرمایہ بھی لگانا پڑے گا اور بھائیوں کی دشمنی بھی مول لینی پڑے گی پھر یہ بھی علم نہیں کہ مقدمہ اس کے حق میں ہوگا یا اس کے خلاف آخرکار اسے اپنا حق چھوڑ دینے میں عافیت نظر آتی ہے۔

جہیز کے بے شمار نقصانات ہیں:

ہم پہلے جہیز کے مختصراً نقصانات اور عیوب لکھتے ہیں پھر قدرے تفصیل سے بیان کریں گے۔

- انسان بیٹی بھی دے اور گھر بھی لٹا دے، یہ زیادتی اور عقلاً شرعاً اخلاقاً غلط ہے۔
- جہیز کی وجہ سے کئی عورتوں کو قتل یا جان بوجھ کر حادثے کا شکار کیا جاتا ہے کہ جہیز نہ دینا پڑے۔

- بے شمار عورتیں گھر میں بیٹھی بیٹھی بوڑھی ہو جاتی ہیں شادی اور اولاد کے لطف سے محروم ہو جاتی ہیں۔
- اگر گھر میں بیٹھی بیٹی ،بن زنا کا دروازہ کھول دیتی ہے یا خودکشی کر لیتی ہے تو خودکشی اور بدکاری کا ذمہ دار کون ہے؟
- کئی عورتیں گھر سے فرار ہو جاتی ہیں ماں باپ کے لیے طعنہ اور لعنت بن جاتی ہیں۔
- والدین اور بھائی جہیز کی وجہ سے پریشان اور ذلیل ہوتے ہیں۔
- جہیز کی فرمائش کرنے والے ظالم غاصب لوگوں کا انجام کیا ہوگا جو ذیل کی آیت کا خلاف کرتے ہیں:

﴿ وَلَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ﴾

اس آیت میں حرام کی تمام اقسام شامل ہیں، جوا، چوری، ڈکیتی فراڈ جہیز۔ وغیرہ وغیرہ

- جہیز کی وجہ سے کتنے گھر اجڑ گئے اور کتنے بدحال ہو گئے تو جہیز کے فساد فی الارض ہونے میں کوئی چیز مانع ہے؟
- نکاح میں دینی دنیوی روحانی جسمانی اخلاقی فوائد ہوتے ہیں لیکن جہیز کا طالب ان فوائد کے لیے مانع ہے جہیز سے گداگری کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، جب کہ گداگری معیوب اور اپنے ہاتھ سے کمانا افضل عمل ہے۔ جہیز کا طالب بھی ایک قسم کا گداگر ہے اور وہ انسانیت کا دشمن ہے آج یہ سسرال سے بھیک مانگتا ہے کل اسے اپنی بیٹیوں کے لیے بھیک مانگنی پڑے گی جیسا کرو گے ویسا بھرو گے:

اللہ کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ ...... ﴾

"کہ اللہ تعالیٰ انصاف اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔"

اس کا فرض تھا کہ یہ سسرال کے احسان کا بدلہ احسان میں دیتا لیکن یہ الٹا ان سے جہیز مانگتا ہے جو کہ موجودہ دور کا بہت بڑا فتنہ ہے جس نے بے شمار گھروں کو اجاڑا ہے۔

- جہیز سے خاندانوں کے درمیان دشمنی پیدا ہوتی ہے حالانکہ شادی کا مقصد دوخاندانوں کو جوڑنا ہے اور جہیز لانے والی عورت عموماً نافرمان ہوتی ہے۔ کیوں کہ اسے اپنے جہیز پر فخر ہوتا ہے۔
- لوگ کہتے ہیں کہ جس گھر میں بیٹی جوان ہو اس کے گھر کا کھانا حرام ہے وغیرہ وغیرہ۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس کے گھر میں لڑکی جوان ہو اس کے گھر کا کھانا تو حرام ہے اگر کسی کے گھر میں لڑکا جوان ہو اس کے گھر کا کھانا حلال ہو گا؟ اگر گھر میں جوان لڑکی کی موجودگی کی وجہ سے اس گھر کا کھانا حلال نہیں تو اگر کسی گھر میں بیٹا جوان ہو گا تو اس گھر کا کھانا بھی حرام ہو گا۔ دراصل بات یہ ہے کہ اگر کسی لڑکی یا لڑکے کا مناسب رشتہ ملتا ہے پھر رشتہ نہیں کیا جاتا تو یہ گناہ ہے لیکن اگر دین دار اور مناسب رشتہ نہیں ملتا تو ایسی صورت حال میں والدین پر کوئی گناہ نہیں ہو گا۔ بعض لوگ اپنی بہنوں بیٹیوں کے دیندار گھرانے کے رشتے ملنے کے باوجود ٹال مٹول کرتے رہتے ہیں یہ بالکل حرام کام ہے۔

جہیز کے شرعی اور اخلاقی چند نقصانات

جہیز کی لعنت کی وجہ سے معاشرے میں لاکھوں لڑکیاں اپنے والدین کے گھروں میں اپنی قسمتوں پر رو رہی ہیں اور دعائیں کر رہی ہیں کہ اے اللہ کوئی ایسا وقت بھی ہو گا کہ ہم اپنا گھر بسائیں گی؟

ان کے دلوں میں ارمان بہت ہوتے ہیں جب جہیز کا بندوبست نہیں ہو سکتا تو ان کو بہت سی مصیبتوں میں سے کسی ایک مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

- والدین کے گھر میں بیٹھی بیٹھی بوڑھی ہو جائیں گی اور والدین کو بد دعائیں دیں گی۔
- والدین جہیز نہ ہونے کی وجہ سے اپنی لڑکیوں کو کسی مصنوعی حادثے کا شکار کر دیں گے۔
- لڑکیاں اپنے کو جلتی آگ میں ڈال کر یا زہر پی کر یا بلند جگہ سے چھلانگ لگا کر یا ایسے کسی طریقے سے خودکشی کر لیں گی اور ہمیشہ کے لیے جہنم خرید لیں گی یا پھر لڑکی کے سرپرست خودکشی کر لیں گے یا گھر چھوڑ کر چلے جاتے ہیں یا دائی کو لڑکی پیدا ہوتے ہی مار دینے کا کہہ دیا جاتا ہے تاکہ جہیز سے چھٹکارا ہو۔
- لڑکیاں والدین کے گھر بیٹھے بیٹھے تنگ آ کر فرار کا راستہ اختیار کر لیں گی اور

جا کر والدین کی اجازت کے بغیر کسی جگہ شادی کر لیں گی اور ہمیشہ کے لیے والدین کو بدنام کر جائیں گی۔

- لڑکیاں بدکاری کے کاموں میں ملوث ہو جائیں گی اس طرح بھی پورے خاندان کی رسوائی ہوگی۔
- خاندانی منصوبہ بندی ایک غیر شرعی حرکت ہے کچھ لوگ دو بچے ہی اچھے کا نعرہ اس لیے لگاتے ہیں کہ اگر اولاد زیادہ ہوگئی تو ظاہر ہے کہ لڑکیوں کی تعداد بڑھنے کا امکان ہے پھر جتنی لڑکیاں زیادہ ہوں گی جہیز کی مصیبت بھی زیادہ سر پر آن پڑے گی اس لیے وہ خاندانی منصوبہ بندی کا سہارا لیتے ہیں حالانکہ خاندانی منصوبہ بندی میں عورت کے لیے کئی نقصانات ہوتے ہیں اس کے علاوہ عورت جب منصوبہ بندی اختیار کرتی ہے خصوصاً جب آپریشن کرا لیتی ہے تو وہ مجموعہ امراض بن جاتی ہے یوں اس پر اتنے اخراجات ہوتے ہیں کہ شاید اتنے اخراجات اس وقت بھی نہ آتے جب اس کی اولاد زیادہ ہو جاتی اور اس پر اخراجات آتے خاندانی منصوبہ بندی کی خرابیوں کے لئے مطالعہ کریں ہماری کتاب (آپ کی اولاد نافرمان کیوں) کا مطالعہ کریں۔
- جہیز کی وجہ سے کئی لوگ رفاہی اداروں کو اپنی آنکھ اور گردے دینے کے لیے چلے جاتے ہیں کہ میری آنکھ یا گردہ لے لو اور اتنے پیسے دے تو تاکہ میں اپنی لڑکی کا جہیز تیار کر سکوں۔
- والدین اور بھائی اپنی بیٹی یا بہن کا جہیز اکٹھا کرنے کے لیے حلال و حرام میں امتیاز کیے بغیر پیسہ اکٹھا کرنے کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اب وہ ڈاکہ چوری دھوکہ کسی کا مال غصب کرنا وغیرہ جرائم کے مرتکب بھی ہو سکتے ہیں۔

- جہیز کا مال جمع کرنے کی حوس میں لوگ اپنا مال اور سودا مہنگا بیچتے ہیں یوں معاشرے میں مہنگائی عام ہو رہی ہے اور غریبوں کا جینا مشکل ہو رہا ہے۔
- کئی شادیوں کے مواقع پر جہیز تھوڑے ہونے کی وجہ سے بارات واپس خالی آ جاتی ہے یا بعض اوقات خونریزی کے واقعات برپا ہو جاتے ہیں اس کے متعلق واقعات آگے بیان ہونگے۔
- جب انسان کا اصل مقصد جہیز ہوتا ہے تو اسے جہیز تو مل جاتا ہے لیکن اس طرح عموماً لڑکی بدکردار، بداخلاق اور نافرمان ملتی ہے کیونکہ جب اس نے صرف جہیز کا مال دیکھا اور لڑکی کے دین اور شرافت کو نہ دیکھا تو اسے جہیز میں مال کے ٹرک مل گئے جب لڑکی بھرے ٹرک مال کے لے کر آئے گی تو وہ چوہدرانی اپنے خاوند کی اطاعت گزار کیسے ہو گی؟ ایسی خواتین خاوند کو الو بنائے رکھتی ہیں اور ایسی صورت میں عموماً خاوند بیوی کے جوتے کھاتا اور چاٹتا ہے۔
- جس کو اللہ تعالیٰ نے کئی لڑکیاں دی ہوتی ہیں تو جیسے ایک لڑکی پیدا ہوتی ہے تو والدین کو جہیز بنانے کی فکر ہوتی ہے وہ جہیز کے لیے مال اکٹھا کرنا شروع کر دیتے ہیں کتنے برسوں کا جمع کیا ہوا سرمایہ پہلی لڑکی کے جہیز پر لگا دیتے ہیں ابھی ایک لڑکی کا بوجھ ان سے اترنہیں پاتا کہ اتنے میں دوسری لڑکی کے جہیز کا بوجھ ان کے کندھوں پر آن پڑتا ہے پھر تیسری کا پھر چوتھی کا آخر ماں باپ انسان ہوتے ہیں وہ کتنا مال کما سکیں گے؟
- کئی والدین اپنی بچیوں کو جہیز دینے کے لیے مساجد اور بسوں میں بھیک مانگتے نظر آتے ہیں وہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ میں نے اپنی بچیوں کی شادی

کرنی ہے اللہ کے لیے میرا تعاون کریں۔

والدین کو بھکاری بنانے والی سماج کی لعنت جہیز ہے احادیث نبویہ ﷺ میں بھیک مانگنے کو بہت بڑا جرم قرار دیا گیا ہے۔

❁ لڑکیوں کی شادی میں تاخیر کرنا طبی اصولوں کے لحاظ سے بھی نقصان دہ ہے اور اگر عورت اپنی شہوانی خواہشات کو بجھانے کے غلط ہتھکنڈے استعمال کرنا شروع کردے تو یہ عورت کے لیے ہلاکت کی حد تک نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں اور معاشرہ بھی اس ہلاکت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس طرح عورت اخلاقی جسمانی، روحانی، دینی ہر لحاظ سے کمزور ہوتی چلی جاتی ہے۔

جہیز کا مسئلہ علماء کی عدالت میں پیش کریں تو وہ قرآن و حدیث کی روشنی میں جہیز کو سراسر غلط بتاتے ہیں، دلیل میں دو فتوے لکھے جاتے ہیں۔

مروّجہ جہیز کی شرعی حیثیت

از قلم، مفسر قرآن، حافظ صلاح الدین یوسف

جہیز، کوئی شرعی حکم نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے متعدد شادیاں کیں، لیکن آپ کی ازواج مطہرات میں سے کوئی بھی اپنے ساتھ جہیز لے کر نہیں آئی۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں، آپ نے چاروں کی شادیاں کیں، لیکن آپ نے کسی کو بھی شادی کے موقع پر جہیز نہیں دیا۔ اسی طرح صحابہ کرام میں سے بھی کسی سے اس رواج کی کوئی اصل نہیں ملتی۔ اس اعتبار سے یہ خالص ہندوانہ رسم ہے، اس لیے کہ ہندو مذہب میں عورت وراثت کی حقدار نہیں ہے، باپ کی جائیدار کی وارث صرف اولادِ نرینہ ہوتی ہے۔ اس بناء پر ہندو شادی کے موقع پر لڑکی کو گھریلو نوعیت کے سامان کی شکل میں اپنی جائداد میں سے کچھ حصہ دے دیتے ہیں۔

مسلمانوں نے بھی اس رواج کو اختیار کر لیا۔ اس کی وجہ سے وہ متعدد مشکلات کا شکار ہو گئے:

ایک تو جہیز کو لازم تصور کر لیا گیا ہے حتی کہ اس کے لیے بھاری قرض بھی لینا پڑے تو لیتے ہیں اور پھر ساری عمر قرض کے بوجھ تلے دبے رہتے ہیں۔

ثانیاً: ہندوؤں کی طرح پھر لڑکیوں کو بالعموم وراثت میں سے حصہ نہیں دیتے، بھائی جہیز ہی کو وراثت کا بدل قرار دے کر بہنوں کو وراثت سے محروم رکھنے کی مذموم سعی کرتے ہیں۔ اسی طرح اور بھی متعدد قباحتیں ہیں جو جہیز میں پائی جاتی ہیں ان میں سے ایک بڑی قباحت یہ ہے کہ مرد منگتا بن جاتا ہے اور وہ لڑکی والوں سے

فرمائشی سامان طلب کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے عورتوں پر قوام (نگران و سرپرست) بنایا ہے اور اس کی دو وجہیں بیان فرمائی ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جسمانی اور دماغی قوت وصلاحیت میں عورت سے ممتاز کیا ہے دوسری یہ کہ وہ عورت پر اپنا مال خرچ کرنے والا ہے یہ مال خرچ کرنا کیا ہے؟ عورت کو مہر دینا۔ اس کے نان ونفقہ کا انتظام کرنا اور شادی کے بھی بیشتر اخراجات برداشت کرنا یہی وجہ ہے کہ شریعت میں مرد کو ولیمہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن لڑکی یا لڑکی کے والدین پر کوئی خرچ نہیں ڈالا گیا۔ بنا بریں مرد کی طرف سے جہیز کا مطالبہ کرنا اس کے شیوۂ مردانگی کے بھی خلاف ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بابت جو مشہور ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جہیز کے طور پر کچھ سامان دیا تھا، یہ یکسر غلط ہے اس معنی میں جہیز کا لفظ ہی قرآن یا حدیث میں موجود نہیں ہے حضرت فاطمہ کو جو کچھ دیا گیا اس کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ حضرت علی کا اپنا کوئی گھر بار نہیں تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان کے کفیل تھے، آپ کے پاس ہی ان کی پرورش ہوئی ۔ جب آپ نے اپنی لخت جگر کے ساتھ ہی ان کا نکاح بھی کردیا تو گھر بسانے کے لیے چند چیزیں آپ نے انھیں عطا فرمائیں اور وہ حسب ذیل تھیں:

ایک چادر، ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ ایک چکی، ایک مشک اور دو مٹکے۔[البداية والنهاية ٦/٣٣٧]

اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ یہ ساری چیزیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کی ایک چادر (زرہ) فروخت کرکے خریدی تھیں گویا یہ سامان بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کی رقم سے تیار ہوا۔ یہ ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز کی اصل

حقیقت۔ اس کا اور ہمارے مروجہ جہیز کا تقابل کر لیں ان کے درمیان کیا نسبت ہے؟ کیا اس سے ہمارے مروجہ جہیز کا اثبات ہوتا ہے؟ نہیں، یقیناً نہیں۔ ان کا آپس میں کوئی تقابل ہی نہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں، اپنی اولاد کو عطیہ یا ہبہ دینا کوئی بری بات تو نہیں۔ یقیناً یہ بات تو صحیح ہے اپنی اولاد کو عطیے یا ہبے کے طور پر دینا جائز بلکہ مستحب ہے لیکن عطیہ یا ہبہ تو دل کی خوشی سے دیا جاتا ہے۔

دوسرے، اپنی طاقت کے مطابق دیا جاتا ہے۔

تیسرے، اس میں کسی کا دباؤ نہیں ہوتا۔

چوتھے، اسے وراثت کا بدل نہیں سمجھا جاتا۔

تو کیا جہیز میں یہ چیزیں پائی جاتی ہیں؟

ہمارے مروجہ جہیز میں تو ہدیہ یا ہبہ والی مذکورہ چیزیں بالکل نہیں پائی جاتیں۔ اس کو تو شادی کا لازمی حصہ بنا دیا گیا ہے کسی کے پاس طاقت ہے یا نہیں؟ اس سے کسی کو کوئی غرض نہیں۔ بھاری بھرکم جہیز ضرور ہونا چاہیے۔ نہیں تو سسرال میں لڑکی کا جینا دوبھر کر دیا جائے گا اس دباؤ اور مجبوری کی وجہ سے ہر شخص کو بھاری مقدار میں جہیز مہیا کر کے دینا پڑتا ہے چاہے اس کے بعد وہ ساری عمر قرض کے بوجھ تلے دب کر کراہتا رہے......!!

بہر حال جہیز کے بارے میں معتدل موقف یہی ہے کہ ماں باپ اپنی طاقت کے مطابق تھوڑا یا زیادہ کچھ دیں تو یہ یقیناً ایک جائز عمل ہے، لیکن

اس میں ایک تو معاشرے کا دباؤ یا لڑکے والوں کی طرف سے مطالبہ نہ ہو۔

دوسرا، اسے وراثت سے محروم کرنے کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔

تیسرا، شادی کے موقع پر کچھ نہ دیا جائے، بعد میں حسب ضرورت اس سے تعاون کردیا جائے تو پھر شاید اس کا جواز نکل آئے اور اسے ہندوانہ رسم قرار نہ دیا جا سکے۔("مسنون نکاح اور شادی بیان کے رسومات" از حافظ صلاح الدین یوسف ﷾ ص۴۱ تا ۴۳، مطبوعہ دارالسلام، لاہور)

کیا حضور ﷺ نے اپنی بیٹیوں کو جہیز دیا تھا؟:

واضح رہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی کل چار بیٹیاں تھیں جن میں سب سے بڑی حضرت زینب، پھر ام کلثوم، پھر رقیہ اور سب سے چھوٹی حضرت فاطمہ ؓ تھیں۔ حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم ؓ کی شادیوں پر حضور نبی کریم ﷺ سے جہیز دینے کا کوئی ثبوت کتب احادیث میں موجود نہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت رقیہ کا نکاح اپنے چچا ابولہب کے بیٹے عتبہ سے کیا تھا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ آپ کی نبوت صادقہ کی مخالفت کے پیش نظر ابولہب نے اپنے بیٹے سے کہلوا کر حضرت رقیہ ؓ کو طلاق دلوا دی تھی۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اپنی اس بیٹی کا نکاح حضرت عثمان ؓ سے کردیا تھا۔ ۲ ہجری میں غزوہ بدر کے دنوں میں حضرت رقیہ اکیس (۲۱) سالہ عمر میں اس دار فانی سے کوچ کرگئیں۔ اسی طرح ام کلثوم کا نکاح بھی ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوا تھا لیکن حضرت رقیہ کی طرح ام کلثوم کو بھی ابولہب نے طلاق دلوا دی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت رقیہ ؓ کی وفات کے بعد اپنی دوسری صاحبزادی ام کلثوم کا نکاح بھی حضرت عثمان سے کردیا اور یوں حضور(ﷺ) کی دو صاحبزادیوں کے خاوند بننے کے شرف و سعادت کی وجہ سے آپ کو ذوالنورین کا خطاب ملا۔

حضرت رقیہ اور ام کلثوم کے نکاح کے موقع پر آپ ﷺ نے انھیں کوئی جہیز

نہیں دیا۔اور اس جہیز نہ دینے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عثمان خوب مالدار اور غنی صحابی تھے اور یہ بات اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کس قدر مال و دولت سے نواز رکھا تھا اس کا اندازہ لگانے کے لیے یہ ایک واقعہ ہی کافی ہے۔

جنگ تبوک میں لشکر کی تیاری کے لیے نبی کریم ﷺ نے صحابہ کے درمیان جہاد فنڈ کا اعلان کیا تو حضرت عثمان نے کھڑے ہو کر کہا کہ ایک سو اونٹ ، پالان کجاوے سمیت میں اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے دوبارہ جہاد فنڈ کی ترغیب دلائی تو پھر حضرت عثمان دوبارہ کھڑے ہو کر کہنے لگے اللہ کی راہ میں دو سو اونٹ، پالان اور کجاوے سمیت میں (مزید) دیتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے پھر صدقہ کی ترغیب دلائی تو حضرت عثمان نے مزید تین سو اونٹ مع پالان و کجاوے پیش کرنے کا عندیہ دیا ایک روایت میں ہے کہ حضرت عثمان نے اس کے بعد ایک ہزار دینار (تقریباً ساڑھے پانچ کلو سونا) بھی حضور کی آغوش میں بکھیر دیا اور رسول اللہ ﷺ انھیں الٹتے جاتے اور فرماتے جاتے کہ آج کے بعد عثمان جو بھی کریں انھیں کوئی ضرر نہیں۔''

آپ نے اپنی تیسری بیٹی کا نکاح (حضرت زینب) ابو العاص بن ربیع سے کیا جو حضرت خدیجہ کے بھانجے، ہالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے۔لیکن اس نکاح کے موقع پر بھی حضور ﷺ سے کسی جہیز کا ثبوت نہیں ملتا۔

البتہ یہ بات معتبر کتب احادیث میں موجود ہے کہ حضرت خدیجہ نے اس نکاح کے موقع پر اپنی بیٹی زینب کو ایک قیمتی ہار (بطور تحفہ) عطا کیا تھا۔جیسا کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ:جب مکہ والوں نے (جنگ بدر) کے قیدیوں کی رہائی کے لیے فدیہ بھیجا تو حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے خاوند ابو العاص بن

ربیع (جو حالت کفر میں قید کر لیے گئے تھے) کے فدیے کے لیے کچھ مال اور ایک ہار بھیجا جو حضرت خدیجہ نے (اپنی بیٹی) زینب کی شادی کے موقع پر انھیں عطا کیا تھا۔ (بحوالہ جہیز کی تباہ کاریاں از مولانا مبشر حسن)

جہیز کے نقصانات میں سے چند کا تذکرہ ہوا اب آپ کے سامنے چند خواتین کے تاثرات رکھتے ہیں جو کہ جہیز کی لعنت کے باعث اپنے والدین کے گھر میں پریشانی کی زندگی گزار رہی ہیں۔

سرگودھا سے آنے والا ایک خط :

پیارے بابا جانی ارشاد احمد حقانی صاحب، السلام علیکم:

بابا جانی ہم چار بہنیں ہیں ، ہمارا کوئی بھائی نہیں ہے۔ باپ کو فوت ہوئے آٹھ سال ہوگئے ہیں۔ ہماری ماں نے بڑی قربانیاں دے کر ہمیں جوان کیا ہے۔ اس ظالم معاشرے نے ہمارے آنسو پونچھنے کے بجائے دو وقت کی روٹی کے بدلے آٹھ سال تک ہماری ماں کو دردر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کیا ہے۔ بابا جانی ہماری ماں ہمیں جینے کے قابل بنا کر خود کئی خطرناک بیماریوں کو دامن میں سمیٹے ہوئے بستر مرگ سے جا لگی ہے ہم بہنیں محلے کے بچوں کو ٹیوشن اور قرآن پڑھا کر سر چھپائے بیٹھی ہیں۔ کسی مجبوری کے تحت باہر نکلتی ہیں تو اس ظالم معاشرے کے شیطان اور درندے باچھیں کھولے ہمارے آنچل نوچنے کو تیار بیٹھے ہیں۔

بابا جانی ہم نے یہ خط اپنے خون سے لکھا ہے آپ اسے اپنے کالم میں چھاپیں، ہے کوئی ہمارا بھائی جو محمد بن قاسم بن کر آئے اور ہمارے ہاتھ پیلے کر کے لے جائے تاکہ ہم معاشرے میں عزت کی زندگی بسر کر سکیں اور ہماری ماں سکون سے مر سکے۔ بابا جانی اگر آپ نے ہمارا ساتھ نہ دیا تو یہ ظالم درندے ہمارا سب

کچھ لوٹ کر ہماری دنیا اندھیر بنا دیں گے اور پھر ایک دن انصاف اللہ کی بارگاہ میں ہوگا۔ آپ کی خدمت میں ڈھیروں سلام اور دعائیں۔

اب اسلام آباد سے آنے والا ایک خط ملاحظہ فرمایئے:

ہم جانتی ہیں کہ آپ کا وقت بہت قیمتی ہے اور آپ جس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں آپ کو بیٹیوں کی شادی کے مسئلے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی ہوگی مگر آپ ہمارے اس خط کو ضرور پڑھیں اللہ تعالیٰ آپ کا مرتبہ بلند کرے، آپ ہماری بات پر ہمدردانہ غور کریں۔

ہم چار بہنیں ہیں، ماں باپ سفید پوش ہیں پہلے ہی مقروض ہیں۔ میں نوکری بھی کر رہی ہوں، میں کمپیوٹر پر کام کرتی ہوں یعنی کمپوزنگ وغیرہ مگر پھر بھی گھر کا خرچہ پورا نہیں ہوتا۔ بجلی، پانی، گیس اور ٹیلی فون کے بل کی ادائیگی کے بعد ہم اس قابل بھی نہیں ہوتے کہ گھر میں بڑا گوشت پکا سکیں۔ روزانہ دال سبزی پر گزارا ہوتا ہے۔ ان حالات میں ہمارے ماں باپ ہماری شادی کے لیے شادی ہال اور بارات کو مرغن غذائیں کھلانے کا کیسے انتظام کریں؟ ہم شادی کے انتظار میں بوڑھی ہو رہی ہیں۔ معاشرہ، دین اور والدین کی عزت اجازت نہیں دیتی کہ ہم گھر سے بھاگ جائیں اور کہیں شادی کر لیں۔ ناجائز تعلقات قائم کرنے کے لیے تو ہم کو بڑی بڑی رقموں کی آفرز ہوتی ہیں مگر شادی کرنے کے لیے ہمارے والدین سے بارات کے کھانے اور جہیز کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شادی مہنگی اور زنا سستا ہے۔ غریب تو کسی نہ کسی طرح اس مسئلہ سے نپٹ لیتے ہیں مگر سفید پوش اور درمیانہ طبقہ کی لڑکیاں اس ظلم کی چکی میں پس کر رہ گئی ہیں۔ کبھی کبھی دل کرتا ہے کہ گھر سے بھاگ کر کہیں خود کو پیش کروں تاکہ چھوٹی بہنوں کی شادی اور جہیز کے

لیے رقوم اکٹھی کرسکوں۔

کہتے ہیں کہ اسلام میں لڑکی والوں پرکوئی بوجھ نہیں ہوتا مگر ہمارے مولوی یہ باتیں نہیں بتاتے۔ کاش ہم کسی عرب ملک میں پیدا ہوئی ہوتیں جہاں ہمارے والدین کو ہماری وجہ سے ٹی بی کی بیماری کا شکار نہ ہونا پڑتا اورہم شادی کے انتظار میں بوڑھی نہ ہوتیں۔ آپ سے استدعاء ہے کہ ہماری طرح لاکھوں بیٹیوں کو مدنظر رکھیں اور ظالم رسومات اور ان کو پروان چڑھانے والوں سے اس معاشرے کو پاک صاف کریں ۔ ہمدرد دواخانہ کے بانی جناب حکیم محمد سعید صاحب نے صحیح کہا تھا کہ ان کا بس چلے تو شادی ہالوں کو آگ لگا دیں۔ پولٹری فارم اور شادی ہالوں کے مالکوں کو اللہ پر بھروسہ نہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ رزق دے، گا۔ شادی ہال تعلیمی اداروں میں تبدیل کریں تو فائدہ بھی ہو اور غریبوں کی عزت بھی بچ جائے۔ اللہ ہمارے علماء کو بھی ہدایت دے ۔ سیاست پر بہت باتیں کرتے ہیں ، ڈاڑھی نہ رکھنے اور پردہ نہ کرنے پر دائرہ اسلام سے خارج کرنے کا فتویٰ جاری کر دیتے ہیں۔ لیکن بیاہ شادی کی غیر اسلامی رسومات کو خود پروان چڑھاتے ہیں۔ نکاح پڑھانے کی اچھی خاصی رقم لیتے ہیں۔ خوب کھانا کھاتے ہیں ۔ خواہ کھانا کھلانے والے کا مال مشکوک ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک لقمہ حرام کھانے سے چالیس دن کی نمازیں ضائع ہو جاتی ہیں اور کھانے والے باراتی ذرہ برابر بھی نہیں سوچتے کہ لڑکی والوں نے سود پر قرضہ اٹھا کر بھیک اور زکوٰۃ اکٹھی کر کے کھانا پکایا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ کو ہمارے جیسے حالات سے بچائے۔ آمین۔

اگر آپ کی بھی چار بیٹیاں ہوتیں اور آمدن محدود ہوتی اوپر سے جہیز اور بارات کے کھانے کا پرزور مطالبہ درپیش ہوتا تو آپ ہماری مشکل کا اندازہ کرسکتے

تھے۔آپ سے درخواست ہے کہ بیاہ شادی کو آسان بنائیں تاکہ معاشرے سے برائیاں ختم ہوں اور یہ دولت کی نمائش جو زہر قاتل ہے اس کا خاتمہ ہو۔

ایک بڑی اچھی تجویز اخباروں میں آئی تھی کہ شادی صرف جمعہ والے دن عصر اور مغرب کے درمیان ہوا کرے گی اور وہیں سے رخصتی ہوا کرے گی۔ اس پر عمل ہو جاتا تو شادی پر فیشن پریڈ اور میک اپ کا خرچہ ختم ہو جاتا۔ کیا عجیب رسم ہے کہ لڑکے والے کھانا کھلانے کے بجائے چھوارے لے آتے ہیں۔ کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ چھوارے لڑکی والے لائیں اور لنچ بکس (وہ بھی مخصوص ہو) لڑکے والے دیا کریں...... اللہ تعالیٰ نے تو لڑکی کو رحمت کہا ہے۔ مگر یہاں پر دو چار لڑکیاں پیدا ہو جائیں تو ماں باپ خودکشی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ لڑکی والوں کا قصور کیا ہے کہ وہ اس کو رخصت کرنے کے لیے اپنی پونجی لگائیں اور قرض کا بوجھ اٹھائیں، گھر سے کوڑا کرکٹ اٹھانے کے لیے بھنگی پیسے لیتا ہے اور ہم لڑکیوں کو اٹھانے کے لیے یہ مہذب بھنگ...... جہیز اور بارات کے کھانے کی شکل میں...... پیسے مانگتے ہیں کیا ہم کو اللہ تعالیٰ نے کوڑا کرکٹ پیدا کیا ہے؟

خدا کے لیے اس معاشرے کو ٹھیک کرنے کے لیے سخت قانون بنائیں اور اس پر عمل درآمد کروائیں اور ہم جیسی غریب لڑکیوں کی دعائیں لیں۔ نواز شریف نے ایک اچھا کام کیا تھا جس کی بدولت وہ آج مکہ اور مدینہ میں رہتا ہے۔ اگرچہ اس پر عمل صحیح طرح نہیں ہوا۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ سخت قانون بنائیں اور اس پر عمل کروائیں نہ کہ اس کو ختم کروائیں۔ آپ کے بیانات پڑھ کر دل دھڑکتا ہے کہ کہیں آپ یہ قانون ختم نہ کرا دیں۔

خدارا! شادی بیاہ پر دعوت کے خاتمے کے ساتھ ساتھ جہیز لینے پر بھی کڑی سزا

دیں۔ شریعت کورٹ نے سود کے خلاف تو بڑے زور شور سے فیصلہ دیا ہے (اور اب تو اسے بھی، پس پشت ڈال دیا گیا ہے، مصنف) حالانکہ جہیز اور بارات کا کھانا، دولت کی نمائش معاشرے کا سب سے بڑا مسئلہ اور ناسور ہے۔ اس پر وہ کیوں خاموش ہیں؟ آپ اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے جہیز اور بارات کو ختم کر کے اسلامی طریقے سے شادی کا قانون نافذ کریں۔ اور اس سلسلے میں اینٹی جہیز کمیٹیاں بنا کر اور چھاپے مار کر اس لعنت سے نجات دلائی جائے۔ لڑکیوں کے ماں باپ تو اپنی بیٹیوں کو طعنوں سے بچانے کے لیے جہیز دینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ لڑکی والے خوف اور سسرال کے طعنہ کے ڈر سے جہیز دیتے ہیں کوئی خوشی سے نہیں دیتا۔ قانون بنا کر توڑنے والے کو اللہ ضرور سزا دیتا ہے۔ آپ حکومت کو ضرور مجبور کریں کہ کھانا نہ دینے کے حکم پر سختی سے عمل کروائے اور کڑی سے کڑی سزا دے...... یہ دہشت گردی کے زمرے میں آتا ہے۔ اور اس سے دہشت گردی کے قانون' کے تحت نپٹا جائے۔ آپ سے پر زور اپیل ہے کہ آپ ہمارے اس خط کو ہماری دوسری بہنوں کی آواز سمجھتے ہوئے ہمدردانہ غور فرمائیں اور معاشرے کو اس لعنت سے نجات دلا کر لاکھوں بیٹیوں کی دعائیں لیجیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا اقبال بلند کرے۔ والسلام ....

قوم کی مظلوم بیٹیاں (بحوالہ رسالہ جہیز کی تباہ کاریاں)

ان خطوط سے معلوم ہو کہ جہیز کی وجہ سے شادی سے محروم لڑکیاں کتنی پریشان ہوتی ہیں۔

کئی لڑکیاں اپنا دلی صدمہ ظاہر کر دیتی ہیں لیکن بے شمار ایسی بھی ہوتی ہیں جو اپنی پریشانی کا اظہار بھی نہیں کرتیں اس لئے والدین کو چاہیے کہ لڑکیوں کے منہ

کھولنے سے پہلے سادی کا بندوبست کریں اور جہیز کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے تو ماں باپ کو جہیز کی شکل میں سزا نہیں دی جانی چاہیے۔

شادی کرنا جرم ہے یا جہیز؟:

چند سال پہلے شام کے ایک بزرگ شیخ عبد الفتاح ہمارے ہاں تشریف لائے تھے، اتفاق سے ایک مقامی دوست بھی اسی وقت آگئے اور جب انھوں نے ایک عرب بزرگ کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو ان سے دعا کی درخواست کرتے ہوئے کہا...... میری دو بیٹیاں شادی کے لائق ہیں، دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ان کی شادی کے اسباب پیدا فرما دے۔

شیخ نے ان سے پوچھا کہ کیا ان کے لیے کوئی مناسب رشتہ نہیں مل رہا؟ اس پر انھوں نے جواب دیا کہ رشتہ تو دونوں کا ہو چکا ہے لیکن میرے پاس اتنے مالی و سائل نہیں ہیں کہ ان کی شادی کر سکوں شیخ نے یہ بات سن کر انتہائی حیرت سے پوچھا کہ لڑکیاں ہیں یا لڑکے، وہ کہنے لگے کہ لڑکیاں ہیں۔ شیخ نے سراپا تعجب بن کر کہا کہ لڑکیوں کی شادی کے لیے مالی وسائل کی کیا ضرورت ہے؟ انھوں نے کہا کہ میرے پاس انھیں جہیز میں دینے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ شیخ نے پوچھا جہیز کیا ہوتا ہے اس پر حاضرین مجلس نے انھیں بتایا کہ ہمارے ملک میں یہ رواج ہے کہ باپ شادی کے وقت اپنی بیٹی کو زیورات، کپڑے گھر کا اثاثہ اور بہت ساز و سامان دیتا ہے اسے جہیز کہتے ہیں اور جہیز دینا باپ کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے جس کے بغیر لڑکی کی شادی کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور لڑکی کے سسرال والے بھی اس کا مطالبہ کرتے ہیں۔

شیخ نے یہ تفصیل سنی تو وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ کیا بیٹی کی شادی

کرنا کوئی جرم ہے جس کی سزا باپ کو دی جاتی ہے؟ پھر انھوں نے بتایا کہ ہمارے ملک میں اس قسم کی کوئی رسم نہیں۔ اکثر جگہوں پر تو یہ لڑکے کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے کہ اپنے گھر میں دلہن کو لانے سے پہلے گھر کا اثاثہ اور دلہن کی ضروریات فراہم کرکے رکھے۔ لڑکی کے باپ کو کچھ نہیں خرچ کرنا پڑتا۔ اور بعض جگہوں پر یہ رواج ہے کہ لڑکی کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے سامان تو باپ ہی خریدتا ہے لیکن اس کی قیمت لڑکا ادا کرتا ہے۔ البتہ باپ اپنی بیٹی کو رخصتی کے وقت کوئی مختصر تحفہ دینا چاہے تو دے سکتا ہے لیکن وہ بھی کچھ ایسا ضروری نہیں سمجھا جاتا۔

(بحوالہ جہیز کی تباہ کاریاں)

شادیوں پر جہیز جیسی مشکلات اور بڑی بڑی دعوتوں کے تکلفات کرنے کی حاجت نہیں ہوتی کیونکہ نبی ﷺ رحمت اور صحابہ کے دور میں ان چیزوں میں سے کچھ نہیں ہوتا تھا۔

اب ہم چند واقعات لکھتے ہیں جن سے معلوم ہوگا اولین دور میں کتنی سادگی سے شادیاں ہوجایا کرتی تھیں؟

سادگی سے شادی کرنے کی چند مثالیں

جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی شادیاں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شادیاں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے اگر ان کے نمونہ پر شادیاں کی جائیں تو معاشرہ میں امن سکون پیدا ہو جائے گا چنانچہ چند واقعات پیش کیے جاتے ہیں ان سے معلوم ہوگا کہ قرون اولیٰ میں کتنی سادگی اور آسانی سے شادیاں ہو جایا کرتی تھیں۔

ابن ماجہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کا حال کچھ یوں لکھا ہوا ہے: حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما بیان فرماتی ہیں:

﴿ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَنْ نُّجَهِّزَ فَاطِمَةَ حَتّٰى نُدْخِلَهَا عَلٰى عَلِيٍّ...... ﴾

”نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم حضرت فاطمہ کو تیار کر کے حضرت علی کے سپرد کردیں تو ہم گھر گئے اور اس میں نرم مٹی بچھا دی اور دو تکیے لگا دیے جن میں کھجور کی چھال بھری گئی تھی اور کھجور اور منقی کھلایا اور ٹھنڈا پانی پلایا پھر ہم نے ایک لکڑی لی اور اسے کمرے میں ایک طرف لگا دیا تاکہ اس پر کپڑے اور مشکیزہ لٹکایا جائے ہم نے حضرت فاطمہ کی شادی سے اچھی شادی کوئی نہ دیکھی۔“

(ابن ماجه، باب الوليمة...... رقم:۱۹۱۱

یعنی فاطمہ کی شادی پر باقی شادیوں کی بنسبت اچھا انتظام تھا دوسری شادیوں پر اتنا کچھ بھی نہیں ہوتا تھا واضح رہے کہ موجودہ دور کے تکلفات میں سے کوئی بھی تکلف نہیں تھا آج ہم خواہ مخواہ تکلف کرکے فضول خرچی کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں فرمایا:

﴿ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ﴾

(بنی اسرائیل:۲۷)

"بے شک فضول خرچ لوگ شیطانوں کے بھائی ہوتے ہیں۔"

لیکن موجودہ دور میں جو لوگ فضول خرچی کرتے ہیں وہ شیطان کے بھائی ہونے کے باوجود معاشرے میں معزز نظر آتے ہیں اور جو فضول خرچی نہیں کرتے وہ معاشرے میں ذلیل تصور کیے جاتے ہیں یوں زنا عام اور آسان ہوتا جارہا ہے اور نکاح کم اور مشکل ہوتا چلا جا رہا ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ شادی کے سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعاون لینے آیا اور کہا:

« إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً »

"میں نے شادی کی ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« عَلَى كَمْ تَزَوَّجْتَهَا ؟ »

"کتنا مہر دیا ہے؟"

کہا: « عَلَى أَرْبَعِ أَوَاقٍ » "چار اوقیے (۴۴ تولے چاندی تقریبا) فرمایا: « عَلَى أربعِ أَوَاقٍ؟ » ارے چار اوقیے ! یوں لگ رہا ہے جیسے تم اس پہاڑی سے چاندی

اتارتے ہو۔ ہمارے پاس تجھے دینے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ لیکن ممکن ہے ہم آپ کو کسی معرکہ میں شرکت کے لیے بھیجیں وہاں سے تم تو کو کچھ مل جائے۔

(صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب ندب من اراد النکاح لمرأۃ......) (مسنون شادی:۳۵)

اس واقعہ سے بھی سادگی معلوم ہوتی ہے اگر ہمارے ماحول کی شادیوں کی طرح کی شادیاں ہوتیں تو اللہ کے نبی کو علم ہوتا۔

(((..................)))

حضرت سہل بن سعد ساعدی فرماتے ہیں کہ ایک خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! "اَھَبُ لَکَ نَفْسِیْ" کہ میں اپنی ذات آپ کو ہبہ کرنا چاہتی ہوں۔

نبی مکرم ﷺ نے اس کی طرف نظر کی پھر اپنا سر نیچے کر لیا (اور خاموش بیٹھے رہے) تو خاتون نے جب دیکھا کہ آپ ﷺ نے میرے بارے میں کوئی فیصلہ صادر نہیں فرمایا تو وہ بیٹھ گئی اتنے میں ایک شخص صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ کو اس عورت کی حاجت نہیں ہے تو پھر اس کا نکاح مجھ سے کر دیجیے۔

رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا تمھارے پاس حق مہر دینے کو کوئی چیز ہے؟

اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے گھر جاؤ اور دیکھو شاید کوئی چیز مل جائے چنانچہ وہ شخص گھر کو چل دیا پھر لوٹ کر آیا اور عرض کیا اللہ کی قسم! مجھے گھر پر کوئی چیز نہیں ملی جو بطور حق مہر پیش کر سکوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اگر لوہے کی انگوٹھی بھی مل جائے تو وہ لے آؤ اور نکاح کر لو وہ صحابی پھر سے گئے اور واپس پلٹ کر آئے اور کہا یا رسول اللہ، اللہ کی

قسم! گھر میں انگوٹھی تک کوئی چیز نہیں ہے البتہ میرے پاس یہ چادر موجود ہے (راوی کہتا ہے) اور چادر کے علاوہ اس کی ملکیت میں کوئی چیز ہی نہیں تھی۔

عرض کیا یا رسول اللہ! آدھی چادر اسے حق مہر میں دے دوں گا تو آپ ﷺ نے فرمایا چادر کا کیا کرو گے اگر خود پہنو گے تو وہ محروم رہے گی اگر وہ پہنے گی تو تم محروم رہو گے۔

قصہ مختصر وہ صحابی مایوس ہو کر بیٹھ گئے پھر کافی دیر بیٹھنے کے بعد کھڑے ہوئے اور چل دیے جب آپ ﷺ نے انھیں جاتے ہوئے دیکھا تو اسے بلوایا اور فرمایا تمھیں قرآن پاک کتنا یاد ہے؟ انھوں نے عرض کی مجھے فلاں فلاں سورت یاد ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« اِذْهَبْ فَقَدْ مَلَّكْتُهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ »

”کہ جاؤ (یہ سورتیں اس کو سکھلا دینا) میں نے ان سورتوں کے بدلے اس سے تمھارا نکاح کر دیا ہے یعنی سورتوں کی تعلیم ہی حق مہر ہوگئی۔“

(بخاری النکاح۔ باب تزویج المعسر......رقم:۵۰۸۷، ۲۳۱۰)

ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ ”جاؤ اسے بیس آیات سکھلا دینا۔“

(ابو داؤد۔ النکاح، باب قلة المهر......رقم: ۲۱۱۲)

دیکھیے کتنی سادگی کے ساتھ شادی ہوگئی۔ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی تو ان کی بیٹی نے سنا تو وہ کہنے لگی کہ وہ عورت کتنی قلیل حیا والی اور گندی ہوگی کہ اس نے آپ کو اپنے نبی ﷺ پر آ کر پیش کیا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« هِيَ خَيْرٌ مِنْكِ رَغِبَتْ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ »

”وہ تجھ سے اچھی تھی اسے نبی ﷺ سے رغبت تھی، تب اس نے اپنے

کو نبی ﷺ پر پیش کیا تھا۔"

(بخاری النکاح ، باب عرض المرأة نفسها ......رقم: ۵۱۲۰)

عبد الرحمٰن بن عوف کی شادی کا نبی ﷺ کو علم نہ ہوا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف (کے کپڑوں وغیرہ) پر زرد رنگ دیکھا (جو کہ عموماً دلہن استعمال کیا کرتی ہے) تو آپ ﷺ نے ان سے رنگ لگ جانے کی وجہ پوچھی تو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے کھجور کی گٹھلی کے وزن کے برابر سونا حق مہر کے طور پر دے کر کسی خاتون سے شادی کی ہے۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ" یعنی اللہ اس شادی میں تیرے لیے برکت فرمائے۔

اور پھر ساتھ یہ بھی فرمایا: "أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ" کہ ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری سے ہی کیوں نہ ہو۔(بخاری، کتاب النکاح باب کیف یدعی للمتزوج...... رقم: ۵۱۵۵)

فائدہ =ایک جلیل القدر صحابی جنھیں دنیا میں جنت کی بشارت مل چکی ہے انھوں نے اتنی سادگی سے شادی کی کہ تاجدار مدینہ ﷺ کو بھی علم نہ ہو سکا۔

جابر رضی اللہ عنہ کی شادی اور نبی ﷺ کو علم نہیں ہوا:

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ایک جنگ میں میں نبی ﷺ کے ساتھ گیا ہوا تھا اور میرا اونٹ تھک کر انتہائی سست ہو چکا تھا اتنے میں نبی مکرم ﷺ مجھ سے آ ملے فرمایا جابر ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ﷺ!

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا بات ہے (تم لشکر سے پیچھے پھر رہے ہو؟)

میں نے کہا یا رسول اللہ! اونٹ تھک کر سست ہو چکا ہے اس لیے پیچھے رہ گیا

ہوں آپ ﷺ اپنی سواری سے اترے اور میرے اونٹ کو لاٹھی سے ہانکا پھر فرمایا جابر اونٹ پر سوار ہو جاؤ۔

میں سوار ہو گیا اب تو وہ اونٹ اتنا تیز رفتار ہو چکا تھا کہ میں اسے پیچھے کی طرف کھینچتا تھا لیکن وہ آپ ﷺ کی سواری سے آگے بڑھنے لگتا اس دوران آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ !۔ آپ ﷺ نے پوچھا کنواری سے شادی کی ہے یا بیوہ سے؟ میں نے کہا بیوہ سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے کنواری عورت سے شادی کیوں نہ کی؟ وہ تم سے اور تم اس سے دل لگی کرتے؟

میں نے کہا یا رسول اللہ ! میری (سات یا نو) بہنیں گھر میں ہیں اس لیے مجھے یہ اچھا لگا کہ ایسی خاتون سے شادی کروں جو میری بہنوں کی دیکھ بھال اور تربیت کرے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا جابر! جب گھر جاؤ تو سمجھداری سے کام لینا۔ (یہ واقعہ بخاری شریف میں مفصل موجود ہے۔)

دیکھیے: (بخاری کتاب البیوع باب شِرَاء الدَّوَابِّ وَالْحَمِيرِ رقم:۲۰۹۷)

فائدہ = دو جہانوں کے سردار ﷺ کو حضرت جابر کی شادی کا علم نہ ہو سکا۔ ظاہر ہے اگر صحابہ پر تکلف شادیاں کیا کرتے ہوئے تو نبی ﷺ کو ضرور علم ہوتا۔

نبی ﷺ نے حضرت صفیہ سے اور کئی صحابہ کرام نے سفر میں شادیاں کی تھیں۔ اگر نبی ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں موجودہ زمانے کی طرح پر تکلف شادیاں ہوتیں تو سفر میں شادی ناممکن ہوتی۔

عائشہ کی سادی کتنی سادی تھی؟

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میرے ساتھ نبی ﷺ کا نکاح چھ سال کی عمر میں ہو چکا تھا پھر جب ہم مدینے میں آئے اور بنو حارث بن خزرج میں مقیم ہو گئے تو

مجھے بخار پڑا جس سے میرے سر کے بال گر گئے ہاں پیشانی کے بال پورے تھے ایک دن میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی اتنے میں میری امی جان ام رومان آئیں اور مجھے بلایا میں ان کے پاس چلی گئی مجھے معلوم نہیں کہ انھوں نے مجھے کس مقصد کے لیے بلایا ہے اور مجھے لے گئیں اور گھر کے دروازے پر جا کر روک لیا اس وقت میرا سانس پھولا ہوا تھا جب سانس بحال ہو گیا تو امی جان نے پانی لیا اور مجھے نہلایا اور پھر گھر میں لے گئیں وہاں انصار کی عورتیں موجود تھیں انھوں نے مجھے برکت اور خیر کی دعائیں دیں۔

پھر مجھے امی جان نے انصار کی عورتوں کے حوالے کر دیا انھوں نے مجھے سنوار دیا پھر اچانک رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو ان خواتین نے مجھے آپ ﷺ کے حوالے کر دیا اس وقت میری عمر تقریباً نو سال تھی۔

(بخاری کتاب المناقب باب ترویج النبی ﷺ رقم: ٣٧٩٤)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں کوئی ایسی رسم نہیں تھی جس طرح کی رسمیں ہمارے ہاں شادی سے سات دن پہلے ادا کی جاتی ہیں۔ مثلاً مہندی، مینڈھی، وغیرہ

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی شادی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے جنگ خیبر لڑی تو آپ ﷺ نے خیبر کے پاس صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھائی پھر آپ ﷺ سوار ہوئے اور ابو طلحہ بھی سوار ہو گئے اور میں ان کے پیچھے سوار ہو گیا آپ ﷺ نے اپنی سواری کو خیبر کی گلیوں میں تیز چلایا میرا گھٹنا نبی ﷺ کے گھٹنے سے ٹکرا رہا تھا۔ آپ ﷺ کی ران ننگی ہو گئی اور میں آپ ﷺ کی ران کی سفیدی دیکھ رہا تھا۔

جب آپ ﷺ خیبر کی بستی میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« اللّٰهُ أَكْبَرُ، خَرِبَتْ خَيْبَرُ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ »

''آپ ﷺ نے یہ جملے تین بار کہے یعنی اللہ سب سے بڑا ہے جب ہم کسی قوم کے صحن میں اترے تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہوئی۔''

جب لوگ اپنے گھروں سے نکلے تو انھوں نے کہا کہ دیکھو یہ محمد ﷺ اپنے لشکر سمیت آچکے ہیں پھر ہم نے بزور بازو خیبر کو فتح کر لیا وہاں کے قیدی ایک جگہ جمع کر دیے گئے حضرت دحیہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے ایک لونڈی عطا فرما دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ ایک لونڈی لے لو تو انھوں نے حضرت صفیہ کو جا کر لے لیا (جو کہ ابھی قیدی تھیں) اتنے میں ایک شخص آیا اور عرض کی اے اللہ کے نبی ﷺ آپ نے حضرت دحیہ کو صفیہ دے دی جو کہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے سردار کی بیٹی ہے وہ تو صرف آپ کے لائق ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا انھیں صفیہ سمیت بلا لاؤ جب آپ ﷺ نے انھیں دیکھا تو فرمایا دحیہ! کوئی اور لونڈی لے لو پھر آپ ﷺ نے حضرت صفیہ کو آزاد کر دیا اور ان سے شادی کر لی ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ ﷺ نے حق مہر میں کیا دیا تھا؟ تو فرمایا کہ اس کا آزاد کر دینا ہی حق مہر تھا۔

جب آپ ﷺ چلے اور راستے میں حضرت ام سلیم نے حضرت صفیہ کو سنوار کر رات کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا پھر صبح کو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہو وہ لے آئے چنانچہ دستر خوان بچھا دیا گیا پھر کوئی پنیر لایا اور کوئی کھجور اور کوئی گھی لایا پھر ان اشیاء کی چوری بنا لی گئی یہی نبی ﷺ کا ولیمہ تھا۔ (مسلم كتاب النكاح باب فضيلة الا عتاقه امتة......رقم: ١٣٦٥)

کتنی سادگی تھی شادیوں میں لیکن ہم نے شادی کتنی مشکل بنا دی ہے ہمارے معاشرے کی بے شمار رسمیں ہیں جن سے شادی خانہ بربادی بن جایا کرتی ہیں ان رسموں میں سے ایک جہیز کی رسم کو ہی لے لیں اس نے کتنے گھر اجاڑ دیے اور کتنے گھروں کی آبادی میں رکاوٹ بنی؟ اب اس سلسلہ کی چند مثالیں ملاحظہ کریں۔

جہیز نہ ملنے کی وجہ سے بھانجے نے ماموں کی بیٹی کو طلاق دیدی:

چند سال پہلے کی بات ہے کہ ایک ریٹائرڈ انجینئر نے اپنی ایم اے پاس لڑکی کا رشتہ اپنے بھانجے سے کر دیا۔ جب دلہن گھر جانے لگی تو اس کے والد نے تیس ہزار روپے کا چیک اپنے داماد کو دے دیا کہ میں جہیز تو نہیں دے سکا اس لیے تم اس سے جہیز کا سامان خرید لینا یا اس سے کوئی کاروبار کر لینا۔ جب دلہن سسرال پہنچی تو اس کی پھوپھی یعنی ساس نے کہا کہ میرے گھر میں تیرے لیے نہ بیٹھنے کے لیے کوئی چیز ہے اور نہ سونے کے لیے ...... یہ لے اپنا چیک اور اس پر سو اور اسی پر بیٹھ...... نہیں تو میرے گھر سے ابھی نکل جا...... ! بہو بیچاری اپنی ساس یعنی سگی پھوپھی کی لاکھ منتیں سماجتیں کرتی رہی اور اسے وعدے دلاتی رہی کہ میں اپنے ابو سے کہہ کر جہیز کا سامان منگوا دوں گی مگر ظالم ساس نے اس کی ایک نہ سنی جب اس نے دیکھا کہ مجھے دھکے دے کر یہاں سے نکال دیا جائے گا تو اس نے مجبور ہو کر خود ہی اس گھر سے واپسی کی راہ لی مگر اسے کسی نے بھی نہ روکا......!

جب وہ گھر پہنچی تو ادھر اس کا والد سر سجدے میں کیے باری تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا تھا کہ میں نے بچی کی شادی کا فرض ادا کر دیا ہے نماز شکرانہ کے بعد جب اس نے بیٹی سے اچانک گھر واپس آجانے کی وجہ دریافت کی اور بیٹی نے اپنی سگی پھوپھی کی ساری بات کہہ سنائی تو باپ کو وہیں دل کا دورہ پڑا اور وہ ہسپتال پہنچے

سے پہلے ہی جاں بحق ہو گیا لڑکی نے سسرال پر مقدمہ کر دیا اور طلاق لے کر دوسری شادی کر لی۔ (جہیز کی تباہ کاریاں: ۵۰)

ایک خاتون کو جہیز نہ ملنے کی وجہ سے طلاق ہو گئی پھر وہ پاگل ہو گئی:

چند سال ہوئے ایک پاگل خانے میں ایک سماجی خاتون کارکن کو جانے کا اتفاق ہوا تو اس نے دیکھا کہ ایک پاگل عورت چپ چاپ بیٹھی ہے اور انگلیوں سے زمین کرید رہی ہے جب وہ اس کے نزدیک سے گزری تو اس عورت نے بڑی حسرت سے پوچھا: کیا بارات واپس آ گئی ہے۔ اس پاگل عورت کے واقعہ کا پتہ چلا کہ جہیز پر معمولی سے جھگڑے کی وجہ سے اس بدقسمت عورت کی بارات واپس لوٹ گئی تھی اور اس حادثہ نے عورت کے ذہن پر اتنا اثر ڈالا کہ یہ چند روز بعد دماغی توازن کھو بیٹی۔ اس غریب سے آج تک کسی نے یہ نہ کہا کہ بارات واپس آ گئی ہے اور جاؤ جا کر تم اپنا گھر آباد کرو......! (جہیز کی تباہ کاریاں:۵۱)

اور وہ دلہن نہ بن سکی......! ایک حیرت انگیز اور رلا دینے والا واقعہ:

جون ۱۹۸۴ء کی ایک تپتی جھلستی دوپہر تھی۔ ایک آدمی صف اٹھائے گھوم رہا تھا کہ کوئی اسے خرید لے اور یوں واپسی کا کرایہ اور روٹی کا بندوبست ہو جائے۔ جب وہ ہر طرح سے صف فروخت کرنے میں ناکام ہو گیا تو حکیم عبد العزیز صاحب فیروز پوری سے کہنے لگا کہ آپ یہ صف خرید لیں، مجھے چالیس روپے کی ضرورت ہے اللہ آپ کو اس کا اجر دے گا۔ حکیم صاحب نے چالیس روپے اسے دیتے ہوئے کہا کہ یہاں رکھ دو کوئی اس پر نمازیں پڑھ لیا کرے گا نہ قیمت پر بحث نہ ٹال مٹول اور نہ مباحثہ، فوراً چالیس ۴۰ روپے ملنے پر وہ بہت متاثر ہوا اور دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔

اس کے بعد وہ آتے جاتے اور ادھر سے گزرتے ہوئے (حکیم صاحب کو) ضرور مل کر جاتا۔ ایک دن جب (حکیم صاحب نے) اس سے پوچھا کہ تم نے مستقل کام کیوں نہ کیا؟ تو اس نے بتایا کہ خاندانی دشمنی کی بنا پر مجھے ایک عرصہ جیل میں گزارنا پڑا، ابھی کچھ عرصہ پہلے رہائی ملی ہے تو جیل سے باہر آنے کے بعد میں نے یہی کام شروع کیا ہے اور زندگی کی گاڑی کو دھکا لگا رہا ہوں پھر وہ جیل میں ایک ۷۰ سالہ بوڑھے بابا کا واقعہ سناتے ہوئے کہنے لگا: میں نے وہاں ایک ضعیف العمر بابا کو دیکھا کہ جس کی عمر تقریباً ۷۰ سال تھی وہ ہر وقت روتا رہتا تھا، اس کا سینہ آگ پر پکنے والی ہنڈیا کی طرح ابلتا رہتا تھا اور وہ آہیں بھرتا اور سسکیاں لیتا رہتا تھا۔ مسلسل رونے کی بنا پر اس کی آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں اور آنکھوں کے گرد سیاہ رنگ کے حلقے واضح تھے۔ چہرے پر گہری جھریاں، ہاتھ کپکپاتے اور نظر کمزور ہو چکی تھی ایک دن میں نے بابا کو رونے سے روکنے کی بھرپور کوشش کی اور اس سے ہنسی مذاق کی خوشگوار باتیں کیں لیکن بابا پر کچھ اثر نہ ہوا، ایسے لگا جیسے بابا اندر سے بالکل ٹوٹ پھوٹ چکا ہو اور اس کے ہونٹوں پر آہوں، سسکیوں اور آنسوؤں نے بسیرا کر لیا ہو۔

میں نے ناکام ہو کر کہا: بابا جی! کبھی ہنسا ہنسایا بھی کرو، اپنے خول سے باہر بھی نکلا کرو یہ کیا بات ہوئی کہ ہر وقت بچوں کی طرح کانپتے لرزتے روتے رہتے اور آنسو بہاتے رہتے ہو، اگر کوئی ایسا معاملہ ہے تو ہمیں بھی پتا چلے کہ تم نے ہر وقت رونے دھونے کو اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے اور مسکراہٹوں کو کیوں رخصت کر رکھا ہے؟ تاکہ ہم تمھاری مدد کر سکیں۔

.... بابا جی نے کچھ دیر سوچنے کے بعد سر اوپر اٹھایا اور جھکی ہوئی، ڈھلکی

ہوئی پلکوں کو سکیڑتے ہوئے کہنے لگا: میرے ساتھ سانحہ ہی ایسا پیش آیا ہے کہ جسے بیان نہیں کیا جا سکتا اس سانحے نے میری زندگی کو دہکتا کوئلہ بنا دیا ہے، جو آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہو کر راکھ بن کر ختم ہو جائے گا؟! میں نے اس بابا کا یہ جواب سنا تو تفصیلات جاننے کے لیے لاکھ جتن کر لیے لیکن بابا نے اپنے ہونٹوں پر قفل خاموشی چڑھا لیا کہ جو ٹوٹنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا ایک ہفتہ کی مسلسل منت سماجت اور اصرار کے بعد ایک دن بابا نے ہتھیار ڈال دیے اور یوں اپنے دل کی ویران و سنسان کوٹھری کا مدفون راز افشا کر دیا۔ اس کی آواز میرے کانوں سے یوں ٹکرائی جیسے کسی گہرے کنویں سے آ رہی ہو اور پھر جلدی ہی ڈوب جاتی ہو۔

بابا ماضی کی پگڈنڈیوں پر دوڑ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ:

میں اپنے گاؤں کا باعزت، رعب دار اور لوگوں کے مسائل اور جھگڑوں کا فیصلہ کرنے والا چوہدری تھا۔ تھوڑی سی میری زمین تھی۔ دو کمسن بچیاں چھوڑ کر بیوی فوت ہو گئی۔ وقت تیزی سے گزر گیا۔ بچیاں جوان ہو گئیں تو ان کی شادی کی فکر دامن گیر ہوئی اس دوران ایک لڑائی جھگڑے میں میرا اکلوتا بیٹا قتل ہو گیا تو میری کمر ٹوٹ گئی۔ جوان بچیوں کو دیکھ کر میں سوچ میں پڑ گیا کہ اگر میں انتقام لیتا ہوں تو جیل چلا جاؤں گا تو پھر ان پھول سی بیٹیوں کا کیا بنے گا کہ جنھوں نے زندگی ماں کی محبت کو ترستے گزار دی، وہ یوں باپ کی محبت اور سائے سے بھی محروم ہو جائیں گی۔ یوں میں نے بچیوں کی عزت کی خاطر اور ان کے ہاتھ پیلے کرنے کی خاطر بچے کی ہلاکت و جدائی کا غم اندر ہی اندر پی لیا اور اس کے قاتلوں سے کوئی باز پرس نہ کی۔

اب میں نے بچیوں کے لیے رشتہ ڈھونڈنے کے لیے بھرپور جدو جہد شروع

کردی۔ لوگ میرا نام سن کر خوشی خوشی بچیوں کو دیکھنے آتے۔ میری بچیاں جہاں صحت مند، خوبصورت اور چاند کا ٹکڑا تھیں وہاں ہی شرم و حیاء کا حسن بھی ان کو اللہ تعالیٰ نے عطا کر رکھا تھا ہر کوئی پہلی نظر میں ہی بچیوں کو پسند کرکے ان کے محاسن کے گن گانے لگتا۔ لیکن جب دیکھتے کہ اتنے نامی گرامی چوہدری کی بیٹیاں ہیں، خوبصورت ہیں، خوب سیرت ہیں لیکن جہیز کا کہیں دور تک نام و نشان نظر نہیں آتا تو کوئی نہ کوئی بہانہ کرکے جواب دے کر گھر سے چلے جاتے۔ لوگوں سے کہتے کہ بچیاں تو پسند ہیں لیکن ان کے پاس جہیز میں دینے کے لیے کچھ بھی نہیں۔ چوہدری اسلم نے دوسرے گاؤں کے چوہدری یوسف خان کے ہاں رشتہ کی بات چلائی کہ جس کے دو جوان بیٹے شادی کے قابل تھے۔ چوہدری فیملی سمیت آیا اور بچیاں پسند کرکے بات پکی کردی لیکن پھر تھوڑی ہی دیر بعد اپنے موقف سے پھر گیا کہ آپ کے ساتھ ہمارا رشتہ قائم نہیں ہوسکتا میں نے اس کی منت سماجت کی کہ میری بچیوں کو صرف جہیز نہ ہونے کی بنا پر ٹھکرا کر نہ جاؤ تمھارے دو بیٹے اور میری دو بیٹیاں ہیں۔ دونوں بہنیں ایک جگہ رہ کر بہت خوش رہیں گی۔ رہی جہیز کی بات تو میں اس کا انتظام کرلوں گا۔ یوں بات رفع دفع ہوگئی اور شادی کی تاریخ پکی ہوگئی۔ یہ صورتحال دیکھ کر میں نے کچھ قرض پکڑ کر ضروریات زندگی پر مشتمل زمانے کے اعتبار سے ایک مختصر سا جہیز تیار کیا۔

آخر گن گن کر دن گزرتے چلے گئے اور میری بچیاں کہ جنھوں نے ماں کے مرنے کے بعد خوشی کے دن نہ دیکھے تھے اپنے گھر بستے دیکھ کر نہایت شاداں و فرحاں تھیں خوشی ان کی پیشانیوں اور آنکھوں سے جھلک رہی تھی۔ گاؤں کی بوڑھیاں اس ماں کے سائے سے محروم بچیوں کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھ کر صدا

سہاگن کی دعائیں دے رہی تھیں جب کہ ہمجولی بچیاں اور سہیلیاں مبارکبادیں دے رہی تھیں۔ اپنی مسحورکن اور خوشگوار لمحات میں دن گزرنے کا پتہ نہ چلا اور شادی کا دن آ گیا۔ اب میری بچیاں بجی سنوری، شرم و حیاء کے زیور میں ملبوس، ایسے پرمسرت موقع پر ماں کی عدم موجودگی اور جدائی کا گھاؤ دل پر لگائے شادی کا سرخ جوڑا پہنے مستقبل کے سہانے سپنوں میں کھوئی بیٹھیں تھیں کہ اچانک مولوی صاحب رجسٹر لیے پہنچ گئے۔اور دونوں بچیوں سے ایجاب و قبول اور دستخط کے بعد باہر چلے گئے۔ نکاح کی کارروائی مکمل ہو چکی تھی، چھوہارے اور پتاسے تقسیم کیے جا رہے تھے۔ چوہدری اسلم نے اتنی بڑی بارات کی خدمت اور کھانے کا بندوبست اپنی زمین کا ایک قطعہ بیچ کر کیا تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر لوگ چوہدری یوسف کو مبارک بادیں دے رہے تھے کہ تجھے شریف باعزت اور وضع دار خاندان کی دو خوبصورت اور خوب سیرت شرم و حیاء کی متوالی، پردہ دار، پڑھی لکھی اور پابند صوم و صلوٰۃ نیک بچیاں ملی ہیں۔ چوہدری تمھارے بیٹوں کے نصیب جاگ اٹھے۔ دیکھنا! بچیاں تمھارے گھر کو جنت کا نمونہ بنا دیں گیں، لوگ تیرے گھر پر رشک کریں گے اور اس کی مثال دیا کریں گے جاتے ہی صدقہ خیرات ضرور کرنا ورنہ نظر لگنے کا اندیشہ ہے۔

بس سمجھو دو چاند کے ٹکڑے اس آنگن کو ویران کر کے مگر اپنی خوشبو یہاں چھوڑ کر تیرے محلات کو رونق بخشتے ہوئے روشن کر دیں گے، ان کے نور سے تمھارے جہاں کا آسمان جگمگا اٹھے گا۔ یہ باتیں زنان خانے میں بھی کسی نہ کسی طرح پہنچ رہی تھیں۔

ایسے موقع پر بچیوں کے دل خون کے آنسو رو رہے تھے، ان کی آنکھیں

ویران تھیں، آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں، دل اداس تھا۔ پورا جہاں سونا سونا اور ویران ویران نظر آ رہا تھا۔ دماغ جہاں مسلسل کرب کی ٹیسیں برداشت کر رہا تھا وہاں کچھ سوچ بھی رہا تھا۔ یہی سوچ تھی جس نے خوشی کے اس موقع پر باپ کے گلشن سے ان پھولوں کو مردہ اور مرجھا دیا تھا۔

وہ سوچ رہی تھیں کہ ایسے موقع پر پرائی امانت بچیوں کی غمگسار، جانثار محبتیں نچھاور کرنے والی، جھولی پھیلا کر نیلی چھت والے سے کامیابی کی التجائیں کرنے اور دعائیں دینے والی اور اپنے محبت و پیار کے جذبات سے ابلتے جوش مارتے سینے کے ساتھ لگا کر ان کو دولہا تک لے جانے والی...... سینے سے چمٹا کر دوسرے گھر رخصت کرنے والی اور پھر شفقت بھرا لرزتا ہاتھ بیٹی کے سر پر رکھ کر......لرزتی زبان کہنے والی کہ جاؤ بیٹی اب یہی لوگ تیرے ماں باپ بہن بھائی اور سب کچھ یہی ہیں۔

...... اللہ تجھے ہمیشہ خوشیوں میں رکھے، تیرے آنگن کو پھول اور کلیوں سے بھر دے۔ جا بیٹی! تیرا اللہ حافظ! ہاں نئے گھر جا کر ہمیں بھی کبھی یاد کر لیا کرنا، بالکل بھلا ہی نہ دینا ہم کو...... ہم تیرے بغیر رہ تو نہیں سکتے لیکن کیا کریں یہ دنیا کی ریت ہے، نبھانی پڑتی ہے۔ اللہ و رسول ﷺ کا ہی یہ فرمان ہے۔ ہاں تیرے بابا، بہن بھائی اور ہم صبح و شام تیری باتیں اور یادیں تازہ کر کے تجھے یاد کرتے رہیں گے۔

ایسی ہستی کائنات میں صرف ایک ہی ہے کہ جسے دنیا والے، ماں کے نام سے پکارتے ہیں ماں کہاں ہے؟ ہمیں کون دعائیں دے گا...... کون ہمیں سینے سے لگا کر سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھ کر رخصت کرے گا...... ماں تو بچپن کی ہی قبرستان کی باسی بن چکی ہے ...... یہ سوچ کر ان کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو

گرنے لگے۔

......سہیلیاں ان کو دلاسے دے رہی تھیں اور سمجھا رہی تھیں کہ ایسے موقع پر یہ رونا دھونا اچھا نہیں ہوتا...... ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ بچیوں کے باپ چوہدری اسلم کے رونے کی آواز اندر آئی...... لڑکیوں کا دھیان فوری بدنصیب مرحوم ماں سے ہٹ کر باپ کی طرف چلا گیا...... ان کا کلیجہ کٹ کر رہ گیا...... کہ ہمارے باپ کے رونے اور چیخنے کی آواز کیوں آئی۔ فوری تمام عورتوں کو خاموش کروایا اور باہر کی شامیانوں سے آنے والی گفتگو کان لگا کر سننے لگیں۔

ان کا باپ چوہدری اسلم گڑگڑا کر چوہدری یوسف سے مخاطب تھا۔ چوہدری یہ ظلم مت کرو! اب تو میری دونوں بچیوں کا تمھارے دونوں بیٹوں کے ساتھ نکاح بھی ہو چکا ہے۔ ان نمانیوں کو چھوڑ کر نہ جاؤ ان کو ڈولی میں بٹھا کر اپنے گھر لے جاؤ یہ تمھارا مجھ پر احسان ہو گا۔ اگر آج نکاح کر کے گھنٹے بعد ہی نکاح فسخ کر کے ان کو چھوڑا جاتا ہے تو میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہوں گا۔ میری بچیاں اس صدمے سے جی نہ پائیں گی اللہ کے لیے کچھ رحم کر لو! یہ میری چوہدراہٹ کی عزت، میری پگڑی میں نے تمھارے قدموں میں رکھ دی ہے، ایک چوہدری ہونے کے ناطے اس کی ہی لاج رکھ لو اور میری بچیاں چھوڑ کر نہ جاؤ...... یہ لو میں تمھارے پاؤں پڑتا ہوں۔ تمھارے پاؤں کو چھوتا ہوں...... میری بچیوں پر یہ ظلم نہ کرنا، ان کو یوں داغدار نہ کرنا...... کچھ دیر بعد چوہدری یوسف کی گرجدار اور غصے سے بھری آواز آئی۔ ہم نے جہیز کا سامان دیکھا تو ہمیں پتہ چلا کہ تم انسان کی بچی کو نہیں بلکہ بلی کی بچی کو رخصت کر رہے ہو، یہ دیکھ کر تمھاری اوقات معلوم ہوئی کہ تم اصل میں بے غیرت اور کنجر انسان ہو جب کہ بنے چوہدری پھرتے ہو، تمھیں بوڑھا ہو کر بھی

پتہ نہیں چلا کہ جہیز کیا چیز ہوتی ہے اور لڑکیوں کو کس انداز سے رخصت کیا جاتا ہے؟ میں چوہدری تھا سمجھا چوہدری سے رشتہ کروں گا تو میری پگ کو مزید عزت ملے گی لیکن اب مجھے پتہ چلا ہے کہ تمھارے ساتھ رشتہ کرنے کے بعد تو میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل ہی نہ رہوں گا۔ کان کھول کر سن لو! اگرچہ نکاح ہو چکا ہے لیکن میں تیری بچیوں کو لے کر ہرگز نہ جاؤں گا میں اپنے بچوں کا کہیں اور رشتہ کر لوں گا۔ اتنے سستے معمولی بیٹے نہیں میرے۔ اگر میں تمھاری باتوں میں آ کر ان کو لے بھی گیا تو جب جہیز بارات دیکھنے آئیگی اور وری (بری) کی نمائش کا مطالبہ کریگی تو میں ان کو کیا جواب دوں گا اور کیا منہ دکھاؤں گا کہ کسی چوہدری کا کسی کی کمین سے واسطہ پڑا ہے۔ لوگ کیا کیا باتیں بنائیں گے ہمارے متعلق؟

بچیوں کے یہ گفتگو سن کر ہوش اڑ گئے اور دل بیٹھے اور سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئیں ایسے محسوس ہوا کہ یکدم ہوا ختم ہو گئی ہے اور ابھی وہ دم گھٹ کر مرجائیں گی۔

چھوٹی بہن عابدہ کے منہ سے حیرانی کے عالم میں صرف اتنا نکلا باجی کلثوم یہ کیا ہے؟ لیکن پھر اس کی قوت سماعت سے آواز ٹکرائی، ان کا باپ چوہدری دوبارہ گڑگڑا رہا تھا اور کہہ رہا تھا چوہدری میں تمھارے پاؤں پڑتا ہوں اور ایک بار پھر اپنی پگ تمھارے قدموں میں رکھتا ہوں، میں صرف تم سے اپنی بچیوں کی خوشیوں کی بھیک مانگتا ہوں، ان کو چھوڑ کر نہ جاؤ دیکھ چوہدری ان بیچاریوں نے آج تک کوئی خوشی نہیں دیکھی، محرومیاں ہی دیکھی ہیں اس لیے بچپن میں ہی ان کی ماں ان کو چھوڑ کر دوسرے جہاں چلی گئی تھی۔ میں نے ماں اور باپ بن کر پالا ہے ان کو کہ جب ان کے گھر بس جائیں گے تو میں بھی سکون کے ساتھ ان کی ماں کے

پاس چلا جاؤں گا۔ مجھے کوئی پریشانی نہ ہوگی بس میری اتنی درخواست مان لے کہ میری ان لاڈ پیار اور شفقت کی بھوکی اور ترسی ہوئی بچیوں کو چھوڑ کر نہ جانا...... رہی جہیز کی بات تو میں اپنی تھوڑی سی زمین بیچ کر مزید جہیز بنادوں گا، کیونکہ مجھے دنیا کی ہر چیز سے یہ کلیاں زیادہ عزیز ہیں، ان کی مسکراہٹوں کے لیے مجھے اپنا آپ بھی بیچنا پڑا تو پیچھے نہ ہٹوں گا۔

پتھروں کو پگھلا دینے والے جذبات سے معمور اس شعلہ بار گفتگو سے چاہیے تھا کہ چوہدری یوسف کا دل نرم ہو جاتا، وہ اپنا فیصلہ تبدیل کر لیتا، بچیوں کے سروں پر باپ کی حیثیت سے ہاتھ رکھتا...... لیکن وہاں کیا تھا...... چوہدری ایک اعلان کر رہا تھا...... باراتیوں اور اپنے دولہا بنے بیٹوں کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا کہ اپنا سامان اٹھاؤ اور فوری گاؤں واپس چلو...... جبکہ بچیوں کا باپ ہاتھ باندھے روتا جا رہا تھا...... اپنے شفیق باپ کی یہ بے عزتی، توہین، تحقیر اور تذلیل دیکھ کر دونوں دلہنوں کے دل چھلنی چھلنی ہو گئے...... دل و دماغ میں آندھیاں اور طوفان امنڈ آئے...... آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا...... ہاتھ پاؤں شدت جذبات اور درد و الم کی بنا پر تشنج کی طرح اکڑ گئے...... آنکھیں پتھرا گئیں اور دماغ تھے کہ یوں محسوس ہو رہا تھا ابھی پھٹ پڑیں گے...... اچانک وضع دار چوہدری کی دلہن بنی۔ سرخ جوڑا پہنے، بڑی بیٹی کلثوم...... اور بجلی کی سی تیزی سے الماری سے خنجر نکال لائی...... اور چھوٹی دلہن عابدہ کے پاس آ کر آنکھوں میں آنسو بھر کر کہنے لگی...... اچھا گڑیا: خدا حافظ! میں امی جان کے پاس جا رہی ہوں وہیں ملاقات ہوگی...... اور پھر...... ہاتھ اوپر اٹھایا...... نیچے آیا...... اور خنجر سمیت...... سیدھا سینے کی پسلیاں کاٹتے ہوئے...... اندر گھس گیا۔ خون کا فوارہ ابلا...... چیخیں بلند ہوئیں۔

چند لمحات کی دلہن ...... اپنے سرخ سرخ خون سے سرخ جوڑے کو مزید سرخ کرتی ہوئی زمین پر دھڑام سے آرہی ...... عورتیں چیختی ہوئی باہر بھاگیں، ایک ہی سانس میں باپ کو ساری بات بتا دی۔ چوہدری ننگے پاؤں ننگے سر بھاگتے ہوئے زنان خانے میں پہنچا۔ کیا دیکھتا ہے کہ اس کے دل کا ٹکڑا کٹا پڑا ہے۔

ہائے بیٹی یہ تو نے کیا کیا کہتے ہوئے اس کا سر اپنی گود میں رکھا...... دھاڑیں مارتا ہوا اپنی بیٹی کو چومنے لگا۔ اچانک بچی کلثوم نے نحیف و نزار آواز نکالی۔ بابا جان! اور آنکھیں کھول دیں اور آہستہ آہستہ اپنے ہونٹوں کو جنبش دینے کی کوشش کرنے لگی، لکڑی بنی زبان کو تر کرکے بولی: بابا جان! ہم نے سوچا تھا کہ جس گھر میں دلہن بن کر جائیں گیں کچھ ایسے انداز سے زندگی بسر کریں گیں کہ تیری عزت و توقیر آسمان کو چھونے لگے گی، لیکن بابا ہم نہ تیرے گھر پیدا ہوتیں اور نہ یہ دن تجھے دیکھنا پڑتا اور نہ ذلتیں اٹھانی پڑتیں، یہ سب کچھ ہماری وجہ سے ہوا کہ آپ کی پگڑی زمین پر جوتوں پر رکھی گئی اور اسے حقارت سے ٹھوکریں ماری گئیں...... اس کے مجرم ہم ہیں۔ اس کے قصوروار ہم ہیں کہ جن کی وجہ سے بابا زمانے میں بنی ہوئی عزت اور شان و شوکت کی عظیم الشان عمارت کو بھی قائم نہ رکھ سکا...... وہ ریزہ ریزہ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ چونکہ اس ذلت بھرے سانحے کے ذمہ دار ہم ہیں اس لیے میں نے فیصلہ کیا کہ ہمیں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے...... میں آپ کے لیے زیادہ ذلت و رسوائی کا باعث نہیں بننا چاہتی...... اس لیے میں نے اپنی پیاری امی جان کے پاس جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اب میں وہاں جا کر اپنی ماں سے پیار کرلوں گی...... اپنی شفقت کی پیاس بجھاؤں گی۔

نہیں! میری لاڈلی! میری دلہن بیٹی! اس طرح تو تو حرام موت مر جائے گی۔

میں تجھے کہاں ڈھونڈوں گا۔ ابھی ڈاکٹر کو بلواتا ہوں...... چند لمحات بعد دلہن رخصت ہوگی...... چوہدری باپ کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا، دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا۔ غصہ، انتقام اور جوش غالب آ گیا۔ پھر اس نے بندوق نکال لی اور اپنی چھوٹی بیٹی عابدہ ...... دلہن کے لباسؔ میں سرخ جوڑے میں ملبوس چند لمحات قبل بننے والی دلہن کی طرف تان دی...... بیٹی نے مہندی لگے اور چوڑیاں پہنے ہاتھ بے یقینی میں فوری اوپر ہاتھ اٹھائے اور ابھی اتنا بھی نہ کہہ پائی تھی کہ بابا جان یہ......!! کہ اتنی دیر میں سنسناتی ہوئی گولی بیرل سے نکل چکی تھی اور پھر وہ مہندی لگے ہاتھوں کی چوڑیاں توڑتے ہوئے سر میں پیوست ہوگئی بدنصیب دلہن مستقبل کے سہانے سپنے سمیت زمین بوس ہوگئی اور چوہدری کی آنکھوں پر خون سوار ہوگیا اور وہ غصے میں للکارا...... او میری بیٹی کی خوشیوں کے دشمنو! میری بچیوں کے قاتلو! ٹھہرو! میں اب تمھیں وہ کچھ دے کر بھیجتا ہوں کہ جس کا تم لوگوں نے کبھی گمان بھی نہ کیا ہوگا۔ پھر وہ گھر سے نکلا اور سیدھا شامیانوں اور جہاں بارات ٹھہری تھی وہاں پہنچا لڑکوں کا باپ چوہدری اپنے بیٹوں سمیت وہاں گردن اکڑائے کھڑا واپسی کی تیاریوں کی نگرانی کر رہا تھا، اتنے میں چوہدری اسلم (لڑکیوں کے باپ) نے بندوق چوہدری یوسف کی کنپٹی پر رکھی اور اسے وہیں ڈھیر کر دیا، پھر وہ اس کے لڑکوں کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھا کہ ...... تم میرے ہونے والے داماد تھے۔ میں تمھارا باپ تھا تم اسے اپنی طرف سے مطمئن کر کے نہ روک سکے لیکن تم بھی باپ کے ساتھ نخوت و تکبر کا بت بن کر تماشا دیکھتے رہے ایک دفعہ بھی باپ کو نہ روکا اور جہیز کی لالچ میں دنیا کے سامنے میری ذلت کا تماشا دیکھتے رہے حتی کہ میری بیٹیاں کٹ گئیں...... پھر اس نے ان دونوں کو بھی گولیوں سے بھون ڈالا ...... اب وہاں۔

جہاں بجتی ہیں شہنائیاں
وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

کے مصداق پانچ لاشیں پڑی تھیں جو بیٹیوں کے باپ کی مظلومیت اور غلط رسموں کا نوحہ کرتے ہوئے بچیوں کے باپ کی اس چیخ و پکار کی نشاندہی کررہی تھیں بقول باپ کہ اگر انھوں نے میرے گھر کو برباد کیا تو میں ان کا گھر بھی تباہ کر کے رہوں گا۔

پھر بابا نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کہا: بیٹا یہ ہے میری بربادیوں کی داستان! ہر وقت میری آنکھوں کے سامنے اپنی بچیوں کی لاڈلی شکلیں گھومتی رہتی ہیں۔ ان کی یاد مجھے تڑپاتی ہے، ستاتی ہے ،رلاتی ہے ، دل چاہتا ہے کہ وہ صرف ایک دفعہ آ کر کوئی بات کریں، اپنی چہکار سنائیں، ماضی کی طرح چھوٹی بڑی اور بڑی چھوٹی کی شکایت لگائے مجھ سے مطالبہ کریں، مجھ سے ناراض ہوں اور میں ان کو مناؤں، میں ناراض ہوں تو وہ میرے پاؤں دبا کر اور ہنسا کر...... گلے میں معصومیت سے بازو ڈال کر...... مسکراتی شرارتی آنکھوں سے دیکھ کر کہیں "جانے دیں بابا" اب بس بھی کریں، بہت ہوگئی ناراضگی، اب مان بھی جائیں...... نہیں تو ہم آپ سے روٹھ جائیں گی۔

.... کہہ کر منائیں...... اور میں فوراً راضی اور خوش ہو جاؤں۔ مان جاؤں کہ کہیں واقعی روٹھ نہ جائیں...... لیکن...... اب تو وہ روٹھ گئے ہیں دن بہار کے...... لمحات خوشیوں کے...... اور اب میری بیٹیاں بھی ہمیشہ کے لیے روٹھ چکی ہیں...... تو ایسے حالات میں میں نہ مر رہا ہوں نہ جی رہا ہوں...... اپنی بچیوں کی یاد میں روؤں نہ تو اور کیا کروں۔ رشتہ دار تو کوئی تھا نہیں برادری نے بھی میری نہ تو کبھی خبر لی ہے اور نہ کسی نے جیل آنے کے بعد میرے کیس کی پیروی کی، اب یہ آنسو، یہ سسکیاں اور یہ آہیں جوان نہ بس سکنے والی دلہنوں کے لیے نکلتی ہیں یہی میرا اوڑھنا بچھونا ہے۔ (بحوالہ جہیز کی تباہ کاریاں)

دیکھیے اتنا بڑا حادثہ جہیز کی وجہ سے پیش آیا لیکن لوگ ہیں کہ عبرت نہیں پکڑتے لوگ جہیز دیکھتے ہیں، عورت کی نیک سیرتی نہیں دیکھتے حالانکہ نیک سیرتی دین داری، اچھی چیز ہے اگر عورت مالدار ہو ٹرکوں کے ٹرک سامان لے کر آئے لیکن ہو بد اخلاق ، بدکردار، تو اس بیوی سے تو جانور اچھے کہ وہ جس کا کھاتے ہیں اس کی قدر کرتے ہیں لیکن یہ بیوی ہے جو خاوند سمیت سسرال کو آنکھیں دکاتی ہے۔
اگر عورت کے پاس جہیز لانے کو کچھ نہیں لیکن وہ اپنے اللہ کی تابع فرمان ہے تو اس سے رشتہ کر لینا چاہیے اور اس کی غربت کو نہ دیکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴾

(النور: ٣٢)

''کہ تم اپنوں میں سے غیر شادی شدہ کی اور اپنے نیک غلام اور لونڈیوں کی شادی کردیا کرو(ان کی غربت دیکھ کر پریشان نہ ہوؤ) اگر وہ تنگ دست ہوں تو اللہ انھیں غنی فرما دے گا۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نیک مردوں اور عورتوں کی شادی کر دینے کا حکم دیا ہے اور ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر پریشان نہ ہوؤ۔

اس لیے انسان کو چاہیے کہ رشتہ کرتے وقت دینداری کو دیکھے ، مالداری کو نہ دیکھے، نبی کریم ﷺ کی تعلیم بھی یہی ہے انسان کا مال خوبصورتی رفن وغیرہ کوئی حیثیت نہیں ہے اصل حیثیت انسان کی نیک سیرت کی ہے چند واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

دودھ پیتا بچہ بول اٹھا:

بنو اسرائیل کی ایک عورت اپنے دودھ پیتے بچے کو اپنا دودھ پلا رہی تھی ...... قریب سے ایک سوار گزرا جو بڑا عزت دار لگ رہا تھا، خوش پوش تھا، خوب ٹھاٹھ باٹھ تھی ...... یہ عورت اسے دیکھتے ہی اپنے رب سے دعا کرنے لگی: ''اے اللہ! میرے بچے کو بھی اس جیسا بنا دے۔'' بچے نے جو اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا، پستان کو چھوڑا اور گفتگو کرنے لگ گیا۔ وہ اپنے اللہ سے کہنے لگا: ''اے اللہ! مجھے اس شخص جیسا نہ بنانا۔'' یہ جملہ کہنے کے بعد وہ دوبارہ اپنی ماں کا دودھ پینے لگ گیا...... اسی عورت کے سامنے دوسرا منظر اس طرح بپا ہوا کہ اس کے قریب سے لوگ اپنی ایک لونڈی کو مار پیٹ کرلے جا رہے تھے کہ بچے کی ماں نے جب اسے کسمپرسی کی حالت میں مار کھاتے دیکھا تو کہا: ''اے اللہ! میرے بیٹے کو اس طرح کا نہ بنانا۔'' بچے نے دوبارہ ماں کا دودھ چھوڑا اور کہنے لگا: ''اے اللہ! مجھے اسی جیسا بنانا۔'' ماں نے اپنے شیر خوار بولتے ہوئے بچے سے پوچھا: ''تو ایسا کیوں کہہ رہا ہے؟'' بچے نے اپنی ماں کو بتلایا: ''وہ جو سوار شخص تھا وہ ظالموں میں سے ایک ظالم شخص تھا ...... اور جہاں تک اس لونڈی کا تعلق ہے جسے اس کے مالک مار رہے تھے، وہ اسے کہہ رہے تھے کہ تم نے چوری کی اور بدکاری کی حالانکہ اس نے کچھ بھی نہیں کیا تھا۔''

دودھ میں پانی کی ملاوٹ نہ کرنے والی عورت کی نسل میں خلیفہ پیدا ہوا:

تاریخ اسلام کی کتب میں قرطاس کا یہ ٹکڑا کس قدر سنہری ہے جو بتلاتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا دور تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی عادت مبارکہ مدینہ میں کبھی کبھار رعایا کی خبر گیری کے لیے گشت کرنے کی تھی ...... اسی عادت کے تحت ایک

روز آپ گشت کر رہے تھے کہ ایک گھر کے پاس سے گزرے تو بلند آوازیں آ رہی تھیں...... آپ ذرا ٹھہر گئے تو کیا سنتے ہیں کہ ماں اپنی بیٹی کو جانچنے کے لیے کہ اس کا ایمان کس قدر مضبوط ہے...... کہتی ہے...... بیٹا! دودھ میں پانی ملا لو، اس طرح درہم و دینار زیادہ مل جائیں گے۔ بیٹی نے ماں سے کہا...... کیا آپ کو پتا نہیں کہ مسلمانوں کے خلیفہ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے ملاوٹ سے منع کر رکھا ہے؟ ماں نے کہا بیٹا! یہاں اس وقت عمر ہمیں دیکھ تو نہیں رہے...... بیٹی نے کہا اماں جان! عمر بے شک نہیں دیکھتے لیکن عمر کا رب تو دیکھ رہا ہے...... فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ مکالمہ سنا، دروازے پر نشان لگایا اور صبح ماں بیٹی کو دربار میں طلب کر لیا۔ الغرض! فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسی ماں سے اس کی بیٹی کا رشتہ طلب کر لیا۔ ماں باپ کو بھلا کیا چاہیے تھا کہ دنیا کا وہ خلیفہ جس نے دو سپر پاوروں...... قیصر و کسریٰ کو پاؤں تلے روند ڈالا تھا...... ان کی بچی...... اس عظیم خلیفہ کی بہو بننے جا رہی تھی...... اس لڑکی کی شادی خلیفۃ المسلمین کے بیٹے عاصم رحمہ اللہ سے ہوئی اور پھر میری بہنو! اس لڑکی کو اللہ نے جو بیٹی دی...... وہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی پوتی بن گئی...... اس پوتی کو اللہ نے ایک بیٹا دیا...... جانتی ہو یہ بیٹا کون تھا؟...... جی ہاں! یہ بیٹا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہے کہ جنھیں عمر ثانی کہا جاتا ہے۔ پانچواں خلیفہ راشد کہا جاتا ہے...... یعنی دیانت کا اللہ نے یہ پھل دیا کہ اس لڑکی کی اولاد سے عمر بن عبدالعزیز پیدا کیا۔

مسلمان سیرت نبوی کی بجائے غیر مسلموں کی نقالی کرتا ہے:

لاہور کے اندر میرے پیچھے کئی سال تک جمعہ کا خطبہ سننے والے ایک بزرگ سے پچھلے دنوں ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگے:

میں پچھلے دنوں امریکہ میں اپنے بیٹوں کے پاس چند ماہ گزار کر آیا ہوں۔

وہاں ایک دن عجیب واقعہ پیش آیا۔ ورجینا میں۔ میں اپنے گھر سے مسجد کی طرف پیدل نماز کے لیے جا رہا تھا۔ اچانک میرے قریب ایک کار رکی۔

کار میں ایک نوجوان امریکی گورا تھا۔ ساتھ اس کے اس کی بیوی تھی۔ شرعی حجاب میں تھی۔ مجھے وہ امریکی نوجوان جو پوری داڑھی رکھے ہوئے تھا کہنے لگا: معلوم ہوتا ہے آپ مسجد کی جانب جا رہے ہیں۔ نماز کا وقت ہوا چاہتا ہے۔ میں نے سوچا آپ کو ساتھ بٹھا لوں۔

یوں اجر وثواب کمانے کا بہانہ مل جائے گا۔ میں اس کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ راستے میں مجھے چھینک آ گئی میں نے فوراً کہا۔(sorry) معذرت خواہ ہوں۔

(excuseme) اس پر امریکی نوجوان کے چہرے کے تیور بدل گئے۔

اس نے تعجب سے مجھے پوچھا(Do you Muslim) کیا تم مسلمان ہو؟ میں نے کہا: (Yes) ہاں۔

تب اس نے کہا: اگر آپ چھینک آنے پر رسول کریم ﷺ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے الحمد للہ کہتے۔ میں ''یرحمک اللہ'' (تجھ پر اللہ رحم کرے) کہتا اور پھر تو(يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَ يُصْلِحُ بَالَكُم) '' اللہ تجھے ہدایت دے اور تیرے حال کی اصلاح کرے) کہتا تو ہمیں مفت میں کئی نیکیاں مل جاتیں۔ بزرگ کہنے لگے میں اس پر بڑا شرمندہ ہوا۔

کہ ساٹھ سال کی عمر ہے۔ پاکستانی ہوں۔ سالہا سال سعودیہ اور عرب امارات میں رہا مگر اس نوجوان امریکی نے مجھے راہ چلتے ہوئے اسلامی اخلاق و کردار کا وہ نمونہ پیش کیا کہ میں اس کے سامنے عرق عرق کرنے لگا گیا۔(ہندو کا ہمدرد)

اللہ کے سپاہی
زیر نظر کتاب میں ان مسلم فاتحین، مجاہدین اور سپہ سالاروں کا تذکرہ ہے جنہوں نے جہاد و وغا کے میدانوں میں فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑے، عزم و ہمت اور سرفروشی کی داستانیں رقم کیں اور جریدۂ عالم پر اپنی سیرت و کردار کے تابندہ نقوش ہمیشہ کے لیے ثبت کر گئے۔ "خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔"
یہ فاتحین و مجاہدین، دنیا کے نرالے فاتحین و کشور کشا تھے جن کے پیش نظر صرف کشور کشائی تھی۔ نہ دنیا پہ حکمرانی کرنے کی آرزو، دولت دنیا مطلوب تھی، نہ جاہ و حشمت مقصود۔ اپنی عظمت و بہادری کا نقش بٹھانے کی خواہش تھی، نہ ناموری حاصل کرنے کا شوق۔ بلکہ صرف اور صرف ایک ہی جذبہ ان میں کارفرما تھا، ایک ہی ولولے سے وہ سرشار تھے اور ایک ہی مقصد ان کی ساری تگ و تاز کی بنیاد تھا۔ اور وہ یہ کہ دنیا سے کفر و شرک کا خاتمہ ہو جائے، اور اللہ کا کلمہ بلند ہو جائے۔ جہالت و ظلالت کافور ہو جائے اور ایمان کی روشنی ہر سو پھیل جائے اور بندے، بندوں کی غلامی سے نکل کر اللہ کی غلامی میں آ جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اگرچہ عزم و ہمت کے اعتبار سے، بقول علامہ اقبال.........
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
اور "دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان" کا مصداق تھے۔ لیکن دوسری طرف "وہ جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم" کے آئینہ دار بھی تھے۔ وہ جہاں گئے، انہوں نے کہیں بھی ظلم و ستم کا بازار گرم نہیں کیا، لوٹ کھسوٹ کو شعار نہیں بنایا، کشتوں کے پشتے نہیں لگائے۔ بلکہ وہ اللہ کے عاجز بندے بن کر گئے، وہاں ابر کرم بن کر برسے اور لوگوں کو عدل و امن اور راحت و آشتی سے آشنا کیا۔ یوں وہ صرف ایک فاتح ہی نہیں بلکہ ہر جگہ اسلام کے داعی اور پیامبر ثابت ہوئے۔
اس کتاب میں انہی عظیم فاتحین کا تذکرہ ہے جس سے دلوں کو ایک تازہ ولولہ ملتا ہے، ایمان کو جلا اور روح کو بالیدگی ملتی ہے، شوق شہادت پروان چڑھتا اور اسلام کی راہ میں مر مٹنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ممولوں کے اندر شہبازوں سے ٹکرانے کا عزم و حوصلہ بیدار ہوتا اور کنجشک فرومایہ کے اندر ہم دوش سلیمان ہونے کی تڑپ اور آرزو پیدا ہوتی ہے۔ اور آج امت مسلمہ کو ایسے ہی ولولے، جذبے، تڑپ، آرزو اور ایمانی قوت کی ضرورت ہے جو اس کی عروق مردہ میں حیات نو کی لہر دوڑا دے۔
وما ذالك على الله بعزيز
حافظ صلاح الدین یوسف لاہور
نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
یہ کتاب اپنے ہر قریبی بک سٹال یا ذیلی ایڈریس سے طلب فرمائیں۔
E-Mail: nomania2000@hotmail.com
Tel:042-7321865 Mob: 0333-4229127

سلسلہ
اسلامی طرزِ زندگی سے متعلق فقہی احکام و مسائل
تالیف و تخریج: حافظ عمران ایوب لاہوری تحقیق و افادات: محدث العصر علامہ ناصر الدین البانیؒ
☆ یہ سلسلہ (فقہ الحدیث) حدیث کی فقہ و فہم کا ذخیرہ ہے۔
☆ یہ کتب حدیث سے ماخوذ احکام و مسائل پر مشتمل ہیں۔ جن میں ہر عنوان سے متعلقہ تقریباً تمام مسائل اور دلائل کو یکجا کر دیا گیا ہے اور مسائل میں تائید کے لیے ائمہ اربعہ اور دیگر کبار علماء کے مذاہب بھی نقل کیے گئے ہیں۔
☆ اختلافی مسائل میں راجح و برحق موقف کی وضاحت کی گئی ہے۔
☆ تمام آیات و احادیث اور اقوال و فتاویٰ جات کو باحوالہ نقل کیا گیا ہے۔
زیرِ طبع حصے:
1- کتاب الایمان (ایمان کی کتاب)
2- کتاب التوحید (توحید کی کتاب)
3- کتاب السنة (سنت کی کتاب)
4- کتاب الطهارة (طہارت کی کتاب)
5- کتاب الصلاة (نماز کی کتاب)
6- کتاب الزکوٰۃ (زکوٰۃ کی کتاب)
7- کتاب الصیام (مسائل روزہ کی کتاب)
8- کتاب الحج (حج کی کتاب)
9- کتاب الجنائز (جنازے کی کتاب)
10- کتاب البیوع (تجارت کی کتاب)
☆ ہر حدیث کی مکمل تخریج و تحقیق کی گئی ہے۔
☆ ہر حدیث پر علامہ ناصر الدین البانیؒ کی تحقیق لگائی گئی ہے۔
☆ اس قسم کی کئی کتب اگرچہ مارکیٹ میں پہلے سے میسر تھیں مگر سلسلہ فقہ الحدیث میں ان کتب کی مزید ضروریات کی تکمیل کر دی گئی ہے اور علامہ البانیؒ اور دیگر بڑے بڑے محققین کے تحقیقی مواد نے اس سلسلہ کی اہمیت و افادیت دوچند کر دی ہے۔
ناشر
فقہ الحدیث پبلیکیشنز لاہور
Mobile: 0300-4206199
E-mail: fiqhulhadith@yahoo.com
ڈسٹری بیوٹر
نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
Phone : +92-042-7321865
E-mail: nomania2000@hotmail.com

شادیاں ناکام کیوں؟

کامیاب شادی اللہ کے بے شمار احسانات میں سے ایک عظیم احسان ہے۔ یہ کبیرہ گناہوں سے بچاؤ کے ساتھ ساتھ عزت اور ناموس کے محفوظ ہونے کا باعث بھی ہے۔ اس پاکیزہ بندھن سے جہاں انسان کو جسمانی اور روحانی آسودگیاں حاصل ہوتی ہیں وہیں ہماری زندگیوں کو پاک دامنی کی راہ ملتی ہے۔ خوشیوں اور مسرت بھری ازدواجی زندگی سے دل کو چین اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ ایسے لمحات میں جب انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دعاؤں کو بھی شامل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے انعام میں ایسی صالح اولاد جیسی نعمت عطا فرما دیتا ہے جو اس کے مرنے کے بعد اپنی دعاؤں اور نیک اعمالیوں کے باعث انسان کو قبر کے عذاب سے نجات دلا کر جنت کے بلند درجات کی طرف لے جاتی ہے۔ تاہم یہ سب اسی صورت میں ممکن ہے کہ جب ہم اپنے ازدواجی بندھنوں کے تمام مراحل رفیقہ حیات کے انتخاب اور منگنی سے لے کر ولیمے تک اور بعد کی زندگی کو قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھال کر بسر کرنے کا اہتمام کرلیں۔

بصورت دیگر اگر خدانخواستہ ہماری کوتاہیوں کے باعث شادیاں ناکام ہو جائیں تو نہ صرف ہماری خوشیاں ملیامیٹ ہوتی ہیں بلکہ یہ ناکامی دنیا و آخرت دونوں جہانوں کے لیے گردن کا پھندا ثابت ہوتی ہیں۔ اس لیے ہر مسلمان کے لیے شادی جیسے اہم دینی معاملے کے تمام مراحل اور بعد میں پیش آمدہ معاملات سے مکمل آگاہی ہونا بے حد ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں فضیلۃ الشیخ محترم ابو یاسر حفظہ اللہ نے زیر نظر کتاب قرآن وسنت کے دلائل سے آراستہ کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ امید ہے کہ یہ اہم کتاب ہماری زندگیوں میں اہم راہنما ثابت ہوگی۔

ابوداؤد عبدالغفار محمدی حفظہ اللہ

نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
7321865
E-Mail: nomania2000@hotmail.com
S8